مسئلہ تراویح

مسئلہ ہذا کے اہم عنوانات

- دورِ نبوی میں نماز تراویح کی تین صورتیں۔
- گیارہ رکعت والی روایت کے تعارض کا جواب (بیس (۲۰) رکعات کے ساتھ تعارض کا حل)
- ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مضمون کو تلقی امت حاصل ہے۔
- ایک وہم کا ازالہ (ابن عباس رضی اللہ عنہ کے صغرسنی کا شبہ)
- خلافت راشدہ کے دور میں نماز تراویح۔
- عہد صدیقی میں تراویح کا معمول
- عہد فاروقی میں تراویح کا اجتماعی عمل۔
- ایک شبہ کا ازالہ (تراویح کے بدعت ہونے کا شبہ)
- بیس (۲۰) رکعات تراویح پر کبار علماء کی تائید۔ (ابن تیمیہ وغیرہم)
- ایک شبہ کا ازالہ (حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پہلے گیارہ رکعات اور بعد میں بیس رکعات نماز تراویح شروع کرائیں)
- عہد عثمانی میں تراویح کا اہتمام۔
- خواتین کا شمول۔
- عہدِ مرتضوی میں تراویح کا انتظام۔
- حاصل کلام (خلفاء راشدین کے ادوار خلافت میں بیس رکعات تراویح

باجماعت کا پچیس برس تک دوامی عمل رہا)

- بفرمان رسالت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے اتباع کی تاکید۔
- مشاہیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل۔ (ابی بن کعب، ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)
- تابعین اور تبع تابعین اور دیگر کبار علماء کے فرمودات۔
- امہات المومنین کا طرزِ عمل۔
- کیا تراویح آٹھ رکعت ہیں؟
- خلاصہ بحث۔

ابتدائیہ

الحمد لله وكفى والصلوه والسلام على سيد الورى وعلى آله الشرفاء واصحابه النجباء واتباعه الصلحاء صلوه دائمه بدوام الارض والسماء-اما بعد-

تراویح کا مسئلہ آئندہ سطور میں درج کیا جاتا ہے اور اس مسئلہ کے متعلقات ذکر کرنے سے قبل ہم یہاں تحریر مدعی کے درجہ میں چند سوالات ناظرین کی خدمت میں ذکر کرتے ہیں۔ اس طریقہ سے مسئلہ ہذا کے قابل وضاحت پہلو سامنے آسکیں گے۔

کیا:

(۱) بیس رکعات تراویح پڑھنا مسنون ہے یا بدعت؟؟

(۲) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں بیس رکعات پڑھی گئی ہیں یا نہیں؟؟ اور اس مسئلہ میں تعامل صحابہ کس طرح تھا؟؟

(۳) قرونِ ثلاثہ میں کسی معتمد عالم دین، نامور محدث یا فقیہ نے بیس رکعات کو بدعت قرار دیا ہے؟ یا اس دوامی عمل پر نکیر فرمائی ہے؟؟ یا اسے بخوشی قبول کر لیا

ہے؟؟

اب اس مسئلہ کے متعلقہ معروضات پیش کیے جاتے ہیں، بغور ملاحظہ فرماویں۔ تمام بحث پر نظر غائر کر لینے سے اطمینان قلب ہو جائے گا اور مندرجہ بالا سوالات کے جوابات بھی پائے جائیں گے۔

عہدِ نبوت

اہلِ علم پر واضح ہے کہ عہد رسالت کے دوران مسئلہ تراویح میں متعدد صورتیں پائی جاتی ہیں۔ دورِ نبوت (علی صحبہا الصلوہ والسلام) میں جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۲ھ میں رمضان شریف کے روزوں کی فرضیت کے بعد شب ہائے رمضان المبارک میں صلوٰۃ رمضان کی ترغیب دلائی اور ارشاد فرمایا:

عن ابی هریره من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه۔

(۱) مشکوۃ شریف ص ۱۱۴ باب قیام شہر رمضان، الفصل لاول، طبع دہلی، بحوالہ مسلم شریف۔

(۲) السنن الکبریٰ ص ۴۹۲ جلد ثانی مباحث صلوٰۃ التراویح، الامام البیہقی۔

(۳) ریاض الصالحین ص ۴۵۰، ۴۵۱ باب استحباب قیام رمضان وھو التراویح۔

یعنی جو شخص رمضان کی راتوں میں ایمان اور ارادہ ثواب کے ساتھ قیام کرے گا تو اس کے لیے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

پہلی صورت

قیامِ رمضان کے سلسلہ میں یہ ابتدائی مراحل تھے اور بطور ترغیب کے اس پر عمل ہوتا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترغیب

کی بنا پر شب ہائے رمضان میں اپنے طور پر مختلف جماعتوں کی شکل میں مسجد نبوی کے اندر اطراف و جوانب میں تراویح ادا کرتے تھے۔

چنانچہ متعدد محدثین نے اس چیز کو اپنی تصانیف میں باسند ذکر کیا ہے۔ مثلاً

عن العلاء بن عبدالرحمن عن ابیه عن ابی هریره انه قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا الناس فی رمضان یصلون فی ناحیه المسجد فقال ماهولاء؟ فقیل هولاء ناس لیس معهم قرآن وابی بن کعب یصلی بهم وهم یصلون بصلاته فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اصابوا- اونعم ماصنعوا-

(صحیح ابن خزیمہ ص۳۳۹، جلد ثالث، باب امامۃ القاری الامیین فی قیام شہر رمضان (المتوفی ۳۱۱ھ)، الصحیح لابن حبان ص۱۰۷، جلد خامس، تحت فصل فی التراویح، روایت نمبر ۲۵۳۲، ابوداؤد شریف ص۲۰۲، جلد اول، باب فی قیام شہر رمضان، طبع دہلی)

روایت مندرجہ بالا کا مفہوم یہ ہے کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان شریف میں ایک رات اپنے خانہ مبارک سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجد نبوی کے مختلف اطراف و جوانب میں لوگ رمضان المبارک میں متفرق جماعتوں کی شکل میں نمازیں ادا کر رہے ہیں تو آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ تو جواب میں عرض کیا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو پورا قرآن مجید یاد نہیں اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قرأت کر رہے ہیں اور یہ لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں تو اس موقعہ پر جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے بالکل ٹھیک کیا یا یوں فرمایا کہ جو کچھ انہوں نے کیا، عمدہ کیا اور بعض روایات کے الفاظ اس طرح منقول ہیں کہ

قال قد احسنوا او قد اصابوا ولم یکرہ ذالک لھم۔	یعنی ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اچھا کیا یا فرمان دیا کہ انہوں نے درست کیا اور ان لوگوں کے اس عمل کو ان کے حق میں ناپسند نہیں جانا اور ان کو اس فعل سے منع نہیں فرمایا بلکہ ان کے عمل کی تصویب فرمائی۔

نتیجہ کے اعتبار سے یہاں ذکر کرنا مناسب ہے کہ:

اول تو یہ "سنت قولی" ہے جو ظاہر الفاظ حدیث سے ثابت ہو رہی ہے اور پھر اگر اس سے صرف نظر کرلی جائے اور کم درجہ دیا جائے تو کم از کم "سنت تقریری" ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔

حاصل یہ ہے کہ تراویح کے لیے یہ ایک مرحلہ تھا کہ دور نبوی میں جماعت کے ساتھ تراویح مسجد نبوی میں ادا کی جاتی تھی اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں یہ فعل جاری تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس عمل کو تصویب و تائید نبوی ﷺ حاصل تھی۔

قابل توجہ

اور یہ چیز اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ اس مضمون کی دیگر روایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے مروی ہیں۔ ان میں سے بطور مضمون کی تائید کے ایک روایت ہم عنقریب ذکر کر رہے ہیں اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ روایت صحیح ابن خزیمہ جلد ثالث اور الصحیح لابن حبان جلد خامس اور ابوداؤد شریف جلد اول وغیرہ میں مروی ہے۔ پھر ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے خود ہی اس کی سند پر درج ذیل الفاظ میں نقد کیا ہے کہ

لیس ھذا الحدیث بالقوی ومسلم بن خالد ضعیف۔	یعنی مسلم بن خالد راوی ضعیف ہیں اور یہ حدیث قوی نہیں ہے۔

اس مقام میں علماء نے نقد ہذا کے متعلق جوابات ذکر کیے ہیں- ان کے بیانات کی روشنی میں یہاں مختصراً معروضات پیش کی جاتی ہیں-

راوی مذکور مسلم بن خالد الزنجی المکی پر اگرچہ بعض علماء نے ناقدانہ کلام کیا ہے اور اس کی تضعیف کی ہے لیکن اس کے باوجود دیگر کبار علماء نے اس کی توثیق بھی ذکر کی ہے چنانچہ اس راوی کی توثیق کے متعلق علماء کرام کے چند کلمات پیش کیے جاتے ہیں مثلاً

یحییٰ بن معین نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ

ثقه وهو صالح الحديث-

یعنی مسلم بن خالد قابل اعتماد ہے صالح حدیث والا ہے- (اس کی روایت قابل قبول ہے)

(تاریخ یحییٰ بن معین ص۵۶۱-۵۶۲ جلد ثانی تحت مسلم بن خالد الزنجی)

اور ابن حبان نے "کتاب الثقات" میں تحریر کیا ہے کہ

وكان مسلم بن خالد يخطى احيانا-

یعنی مسلم بن خالد بعض دفعہ خطاء کرتا تھا-

لیکن ساتھ ہی اس کی توثیق بھی ذکر کی ہے کہ

كان من فقهاء الحجاز--- وروى عنه عبدالله بن المبارك والشافعي والحميدى وغيرهم ومنه تعلم الشافعى الفقه---الخ-

(کتاب الثقات لمحمد بن حبان، ص۴۴۸، جلد سابع، تحت مسلم بن خالد)

اور ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں درج کیا ہے کہ

قال ابن عدى حسن الحديث- وكان فقيه مكه وكان من فقهاء اہل الحجاز- قال الساجى صدوق' قال الدارقطنى ثقه---الخ

(تہذیب التہذیب لابن حجر ص۱۲۹-۱۳۰ جلد عاشر تحت مسلم بن خالد، طبع دکن)

مندرجہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلم بن خالد اہل حجاز کے فقہاء میں شمار ہوتے تھے، مکہ والوں کے لیے فقیہ تھے اور ان سے ابن المبارک امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ۔ الحمیدیؒ وغیرہ کبار علماء نے روایت حاصل کی ہے اور امام شافعیؒ نے فقہ کا علم ان سے بھی لیا ہے۔ ابن عدی نے کہا ہے بہتر حدیث لاتے ہیں اور الساجی نے کہا ہے کہ یہ شخص صادق اور سچے ہیں اور دار قطنی نے فرمایا ہے کہ یہ معتمد آدمی ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ مسلم بن خالد الزنجی المکی پر تنقید و نقد پائی جاتی ہے تاہم اس کے ساتھ اس کی توثیق بھی علماء نے ذکر کی ہے جو ہم نے کلام بالا میں پیش کر دی ہے۔ اس کے پیش نظر اس کی روایت بہمہ وجوہ اور بالکلیہ قابل رد نہیں ہے بلکہ اس کی توثیق کی وجہ سے قابل قبول ہے۔

تائید

اس کے بعد یہ ذکر کر دینا مناسب ہے جیسا کہ سابقاً ذکر ہوا ہے مذکورہ بالا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے ہم مفہوم و ہم معنی ایک دیگر روایت امام بیہقی نے السنن الکبریٰ وغیرہ تصانیف میں درج کی ہے۔

بیہقی کی یہ روایت جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت کی موید ہے اور اس کے مفہوم کی پوری طرح توثیق و تائید کرتی ہے۔

فلہذا مندرجہ بالا روایت تائید پائی جانے کی وجہ سے قابل قبول ہو جائے گی اور اپنے مقام میں درست ثابت ہوگی اور قابل ترک نہ رہے گی، چنانچہ ذیل میں بیہقی کی موید روایت ذکر کی جاتی ہے:

عن ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ القرظی قال خرج رسول اللہ ﷺ ذات لیلہ فی رمضان	یعنی ایک رات جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے۔ رمضان المبارک تھا۔ دیکھا کہ مسجد کے

فرای ناسا فی ناحیہ المسجد یصلون فقال ما یصنع ھولا؟ قال قائل یارسول اللہ! ھولاء ناس لیس معھم القرآن وابی بن کعب یقراوھم معہ یصلون بصلتہ۔ قال قد احسنوا وقد اصابوا ولم یکرہ ذالک لھم۔ (السنن الکبریٰ مع الجواہر النقی ص ۴۹۵، جلد ثانی باب من زعم انھا بالجماعہ افضل لمن لایکون حافظا)

کونہ میں کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں تو آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ تو ایک شخص نے عرض کیا کہ جن لوگوں کو قرآن مجید یاد نہیں وہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں باجماعت نماز پڑھ رہے ہیں تو آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اچھا کیا اور درست کیا۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو مکروہ نہیں جانا۔

اور الفاضل النیموی نے آثار السنن" میں اس روایت کے تحت لکھا ہے کہ رواہ البیھقی فی المعرفہ واسنادہ جید۔

فاضل بیہقی نے مذکورہ مندرجہ روایت کے متعلق سنن الکبریٰ میں بحث کی ہے، وہاں درج کیا ہے کہ قال الشیخ ھذا مرسل حسن۔

مطلب یہ ہے کہ چونکہ ثعلبہ راوی صحابی نہیں بلکہ تابعی ہے، اس بنا پر حکم لگایا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے لیکن درجہ حسن میں ہے اور ضعیف نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اور ثعلبہ کی روایت ہذا دونوں مقبول ہیں اور ان سے ثابت ہوا کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور میں جماعت کے ساتھ تراویح مسجد نبوی میں ادا کی جاتی تھی اور آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب سے اس فعل کو تصویب حاصل تھی اور اس کو منع نہیں فرمایا۔

معلوم ہوا کہ رمضان المبارک میں تراویح کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا، دورِ نبوت میں ثابت ہے اور سُنّت کے مطابق ہے۔

دوسری صورت

دور نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں نماز تراویح کی ادائیگی کے متعلق ایک وہ صورت تھی جو سابقہ صفحات میں ذکر کی گئی ہے۔

دوسری صورت اس مسئلہ میں مندرجہ ذیل پائی جاتی ہے جس کو متعدد صحابہ کرام (مثلاً ابوذر غفاری اور نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہم) نقل کرتے ہیں کہ

عن ابی ذر (رضی الله عنه) قال صمنا مع النبی صلی الله علیه وسلم فی رمضان فلم یقم بناحتی بقی سبع من الشهر فقام بناحتی ذهب ثلث اللیل ثم لم یقم بنا فی السادسه وقام بنا فی الخامسه حتی ذهب شطر اللیل فقلت یارسول الله صلی الله علیه وسلم لو نفلنا بقیه لیلتنا هذه؟ قال انه من قام مع الابام حتی ینصرف کتب له قیام لیله- ثم لم یصل بناحتی بقی ثلاث من الشهر فقام بنا فی الثالثه وجمع اهله ونساء-

یعنی مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے رمضان المبارک میں روزے رکھے۔ اس دوران آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ رات کی نماز (تراویح) میں نہیں کھڑے ہوئے حتیٰ کہ اس مہینہ کے سات یوم رہ گئے (یعنی وہ مہینہ ۲۹ یوم کا شمار تھا) پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ثلث شب تک نماز پڑھائی۔ پھر چوبیسویں شب کو آپ تشریف نہیں لائے اور پچیسویں شب کو پھر تشریف لائے اور نصف شب تک نماز پڑھائی--- پھر آپ نے نماز نہ پڑھائی۔ حتیٰ کہ تین یوم رہ گئے تو اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ستائیسویں شب ہمیں نماز

فقام بناحتی تخوفنا ان یفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح؟قال السحور-

پڑھائی اور اپنے اہلِ خانہ کو بھی جمع فرمایا اور اس رات دیر تک نماز پڑھائی حتیٰ کہ ہم نے سحری کے فوت ہو جانے کا خوف کیا۔

روایت نعمان بن بشیر

اسی طرح النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ صحابی نے بیان کیا کہ

قمنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فی شهر رمضان ليله ثلاث و عشرين الى ثلث الليل ثم قمنا معه ليله خمس و عشرين الى نصف الليل ثم قمنا ليله سبع وعشرين حتى ظننا ان لن ندرك الفلاح وكذا نسميه السحور---الخ-

یعنی رمضان المبارک میں تئسویں شب میں ہم جناب اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتداء میں ثلث لیل تک کھڑے ہوئے پھر ہم جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف میں پچیسویں شب میں نصف شب تک کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد پھر ستائیسویں شب میں (نماز تراویح) کے لیے کھڑے ہوئے حتیٰ کہ ہم نے کافی تاخیر کی وجہ سے اپنی جگہ گمان کیا کہ فلاح (یعنی سحری) کو ہم نہ پاسکیں گے۔

(صحیح ابنِ خزیمہ ص۳۳۶ جلد ثالث، باب الصلوۃ جماعۃ فی قیام رمضان... الخ، طبع بیروت، السنن الکبریٰ للنسائی جلد اول، ص۴۱۰-۴۱۱، روایت نمبر۱۲۹۹ تحت قیام شہر رمضان، طبع بیروت)

یہ روایت نعمان بن بشیر صحابی نے حمص شہر کے منبر پر بیٹھ کر بیان کی۔ یہ روایت مذکورہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت کے ہم معنی و ہم مفہوم ہے اور بطور تائید کے پیش کی گئی ہے اور اہل علم کو معلوم ہے کہ اس مضمون کی روایت صحاحِ ستہ کی کتابوں میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے۔

پس ان روایات میں جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تراویح کو

جماعت کے ساتھ پڑھانا ثابت ہے۔ اگرچہ ان روایات میں تعداد رکعات مذکور نہیں لیکن نماز تراویح کا شب ہائے رمضان میں جماعت سے پڑھانا اور ان میں کافی وقت لگانا اور رات کا ایک حصہ صرف کرنا سنت صحیح سے ثابت ہوتا ہے۔

رمضان شریف کی راتوں میں تراویح کے لیے شب خیزی کا عمل جاری رہا۔ پھر بعض دفعہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصداً جماعت کرانے کے لیے نہیں تشریف لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے تقاضا بھی ہوا، اس کے باوجود نہیں پہنچے۔ پھر اس روز صبح کو آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کی حکمت بیان فرمائی کہ

اما بعد فانه لم يخف علي شانكم ولكني خشيت ان تفرض ليكم صلاه الليل فتعجزوا عنها---الخ۔

یعنی فرمایا کہ تمہارے تقاضے کا حال مجھ پر مخفی نہیں تھا لیکن میں نے اس بات کا خوف کیا کہ رمضان کی راتوں کی نماز تم پر واجب کر دی جائے، پھر اس کی ادائیگی سے تم عاجز آجاؤ---الخ۔

(صحیح ابن خزیمہ ص۳۳۹-۳۳۸ جلد ثالث، طبع بیروت، باب اللیل علی ان النبی ﷺ انما ترک قیام لیالی رمضان... الخ، مشکوۃ شریف ص۱۱۴ باب قیام شہر رمضان، الفصل الاول، متفق علیہ)

یعنی اس نماز کے وجوب کے خوف سے ناغہ کر دیا۔ یہ ایک عظیم مصلحت تھی جس کی وجہ سے امت پر شفقت فرمائی اور اس فعل پر دوام نہیں فرمایا۔ گویا کہ عدم دوام کی علت اور وجہ ظاہر فرما دی۔

خلاصہ یہ ہے کہ نماز تراویح کی ادائیگی کی یہ دوسری صورت تھی جو اس شکل میں عہد نبوت میں پائی گئی۔

تیسری صورت

اب یہاں مسئلہ ہذا کے لیے نماز تراویح کے حق میں ایک تیسری روایت پیش کی جاتی ہے جو جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى فى رمضان عشرين ركعه والوتر۔

(۱) المصنف لابن ابی شیبہ (المتوفی ۲۳۵ھ) ص ۳۹۴ جلد ثانی، تحت کم یصلی فی رمضان من رکعہ، حیدر آباد دکن۔

عن مقسم عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى فى رمضان عشرين ركعه ويوتر بثلاث۔

(۲) المنتخب مسند عبد حمید (المتوفی ۲۴۹ھ) ص۲۱۸ روایت نمبر ۶۵۳ طبع بیروت۔

(۳) مجمع الزوائد لنور الدین الہیثمی ص۱۷۲ جلد ثالث باب قیام رمضان بحوالہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وفیہ ابوشیبہ ابراھیم وھو ضعیف، طبع اول، مصری)

مذکورہ روایت کا مفہوم یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان شریف میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے اور وتر تین رکعات میں ادا فرماتے تھے۔

روایت ہذا کی رو سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیس رکعات نماز تراویح ادا فرمایا کرتے تھے۔

نماز تراویح کی یہ تیسری صورت ہے اور عہد نبوت میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ اب اس سے انکار کرنا زیغ عن الحق ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ عہد نبوت میں ان متعدد صورتوں میں صلوٰۃ التراویح ادا کی جاتی تھی۔

اس مقام میں چند ایک چیزیں قابل وضاحت ہیں۔

------ (۱) ------

روایت ہذا جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بظاہر اس کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے ساتھ تعارض معلوم ہوتا ہے جس میں گیارہ رکعات نماز ادا کرنے کا ذکر پایا جاتا ہے تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ آخر بحث میں "مستقل عنوان" قائم کر کے ان دونوں روایات کا رفع تعارض کر دیا ہے۔ وہاں آپ اس کی تفصیل بقدر کفایت ملاحظہ فرما سکیں گے۔

------ (۲) ------

دوسری گزارش یہ ہے کہ یہاں محدثین نے اس روایت کے ایک راوی "ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ" پر کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ "وھو ضعیف۔" یعنی یہ راوی کمزور ہے۔ اب اس مقام میں راوی مذکور کے ضعف کے جواب میں چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔ علماء فن نے اگرچہ راوی مذکور کے ضعف کی تصریح کی ہے لیکن اس روایت کے مقبول ہونے کے لیے دیگر قرائن موجود ہیں جن کی بنا پر راوی کے ضعف کا مداوا اور ازالہ ہو سکتا ہے۔ پھر اس طریقہ سے روایت قابل قبول ہو جاتی ہے اور متروک نہیں رہتی۔

قرائن

○ ایک بات تو یہ ہے کہ اس روایت کی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے عمل اور دیگر کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل سے تائید پائی جاتی ہے اور اس دور میں بیس رکعات تراویح کا پڑھا جانا اس روایت کے صحیح ہونے کا قرینہ ہے۔ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے تعامل کی تفصیل ہم عنقریب ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

چنانچہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ

ومواظبه الصحابه على عشرين قرينه صحه هذه الروايه۔

یعنی بیس رکعات ادا کرنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مواظبت اور دوام کرنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے صحیح ہونے پر قرینہ ہے۔

(رسائل الارکان از بحرالعلوم مولانا عبدالعلیؒ لکھنوی، ص۱۳۸، تحت فصل صلوٰۃ التراویح فی رمضان، طبع قدیم)

(۲) اسی طرح کبار تابعین اور جمہور علمائے امت کے بیس رکعات ادا کرنے کے تعامل سے بھی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے صحیح ہونے کی تائید پائی جاتی ہے اور متعدد آثار قویہ اس روایت کی توثیق و تائید میں دستیاب ہوتے ہیں۔

(۳) نیز ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت مذکورہ اگرچہ خبر واحد ہے، لیکن اس کی صحت کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ اس روایت کے مضمون کو "تلقی امت" حاصل ہے اور جس روایت کے مضمون کو تلقی امت حاصل ہو جائے اور امت اس کو عملاً قبول کرلے اور تصدیق کردے تو وہ جمہور علماء کے نزدیک علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے، ظنی نہیں رہتی۔

چنانچہ "شرح عقیدۃ الطحاویہ فی عقیدۃ السلفیہ" میں لکھا ہے کہ

وخبر الواحد اذا تلقه الامه بالقبول عملا به وتصديقا له يفيد العلم اليقيني عند جماهير الامه۔ وهو احد قسمي المتواتر ولم يكن بين سلف الامه في ذالك نزاع۔

(۱) شرح الطحاویہ ص۳۲۰، تحت بحث ہذا قاضی علی بن علی بن ابی العز الحنفی المتوفی ۷۹۲ھ۔

(۲) احکام القرآن للجصاص الحنفی ص۳۵۶، جلد اول، تحت الطلاق مرتان، الخ۔

پس اس قاعدہ کے اعتبار سے بھی جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت مذکورہ

متروک نہیں بلکہ قابل قبول ہے اور اس کے صحیح ہونے پر امت نے یقین کیا ہے۔ فلہذا اس کے ضعف کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور مندرجہ قرائن کے پیش نظر اسے رتبہ قبولیت حاصل ہوگا۔

ایک وہم کا ازالہ

روایت ہذا کی بحث میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صغار صحابہ میں سے ہیں، اس مسئلہ پر کسی کبیر صحابی کی روایت پیش کی جائے تو اس وہم کے ازالہ کے لیے اتنا قدر ذکر کر دینا کافی ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں (یعنی ان کی ماں ام الفضل کی بہن ہیں) اپنی خالہ جان کی خدمت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی آمد و رفت رہتی تھی اور کئی بار اپنی خالہ کے خانہ مبارک میں شب باشی بھی ان کو نصیب ہوتی تھی۔ پس ان ذرائع کی بنا پر ان کو مسئلہ ہذا (یعنی بیس رکعات تراویح ادا ہونے کا) علم حاصل تھا جسے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مذکورہ روایت میں بیان کیا ہے اور وہ بالکل صحیح ہے۔

پھر اس روایت کی صحت کے لیے متعدد قرائن پائے جاتے ہیں جیسا کہ گزشتہ سطور میں ہم نے ان کو مختصراً ذکر کر دیا ہے، پس ان حالات کے پیش نظر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں صغرسنی کا اعتراض اٹھانا بالکل بے وزن ہے اور حق بات سے اعراض کرنے کے مترادف ہے۔ والحق احق ان یتبع۔

خلافت راشدہ کا دور

دورِ نبوت میں جو نماز تراویح کی صورتیں پیش آئیں، ان کو ہم نے گزشتہ اوراق میں بالاختصار درج کیا ہے اور اس کی تائید میں دلائل بقدر کفایت پیش کر دیئے ہیں۔

اس کے بعد خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ایام خلافت میں "مسئلہ تراویح" کے لیے جو عملی نظم قائم رہا' اس کو ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کو بغور ملاحظہ فرمائیں:

عہدِ صدیقی

جناب حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں نماز تراویح کے ادا کرنے کی سابقہ صورت ہی جاری رہی یعنی جس طرح مسجد نبوی میں مختلف مقامات پر الگ الگ اجتماعات کی صورت میں صلوٰۃ تراویح اہلِ اسلام ادا کرتے تھے۔

یا پھر بعض حضرات اپنے اپنے گھروں میں تراویح پڑھتے تھے' اس طرح صدیقی دور خلافت میں تراویح ادا کرنے کا عمل جاری رہا' لیکن اجتماعی شکل میں تراویح کو ادا نہیں کیا گیا۔

صدیقی خلافت کا دور قریباً دو سال تین ماہ کا تھا۔ اس میں یہی طریقہ قائم رہا اور عہد ہذا میں صرف دو رمضان المبارک گزرے تھے۔

عہدِ فاروقی

اس کے بعد فاروقی عہد خلافت ۱۳ھ سے شروع ہوا جو قریباً ساڑھے دس سال کے عرصہ پر محیط ہے۔ اس میں ۱۴ھ میں صلوۃ تراویح کے لیے "اجتماعی عمل" اختیار کیا گیا۔

مسئلہ ہذا کے متعلق ابتدائی مرحلہ کے کوائف میں محدثین نے ذکر کیا ہے کہ ایک صاحب (عبدالرحمٰن بن عبدالقاری) کہتے ہیں کہ عہد فاروقی میں ایک دفعہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں مسجد نبوی کی طرف نکلا۔ دیکھا کہ لوگ متفرق صورت میں نمازیں ادا کر رہے ہیں۔ کوئی شخص اپنے طور پر نماز

پڑھ رہا ہے تو کوئی دوسروں کے ساتھ مل کر تراویح پڑھ رہا ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ ان لوگوں کو اگر ایک قاری کے خلف میں جمع کردیا جائے تو افضل اور بہتر ہوگا۔

عبدالرحمٰن مذکور کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک امام کے خلف میں جمع کردینے کا عزم کرلیا اور جناب ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء میں انہیں جمع کردیا۔

دوسری شب میں پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد نبوی میں آیا تو دیکھا کہ تمام نمازی ایک امام اور ایک قاری کے خلف میں مجتمعاً نماز تراویح ادا کر رہے ہیں تو اس صورت کو دیکھ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ

نعمت البدعه هذه۔ یعنی یہ نیا طریقہ بڑا عمدہ ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص۱۱۵، الفصل الثالث، بحوالہ البخاری، تحت قیام شہر رمضان)

ایک شبہ کا ازالہ

اس مقام میں بعض لوگوں کی جانب سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ

(۱) تراویح کی نماز جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایجاد کی۔

(۲) اور پھر جماعت تراویح کو "نعمت البدعه هذه" سے تعبیر کیا، حالانکہ شریعت میں "کل بدعه ضلاله" ہے اور بدعت کو مذموم قرار دیا گیا ہے، وہ اچھی کیسے ہوسکتی ہے؟؟

ازالہ

اس اعتراض کے جواب کے لیے ذیل میں کلام پیش کیا جاتا ہے:

اعتراض میں معترض نے دو چیزیں ذکر کی ہیں:

(۱) ایک یہ ہے کہ صلوٰۃ تراویح کی ایجاد خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے

یعنی شرع کا فرمان نہیں ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ تراویح کی نماز کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بالکل ایجاد نہیں کیا بلکہ یہ تو سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) جاری کی ہے اور امت کو ادا کرنے کا ارشاد فرمایا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر شھر رمضان فقال شھر کتب اللہ علیکم صیامہ وسننت لکم قیامہ۔ (السنن لابن ماجہ، ص۹۵، تحت باب ماجاء فی قیام شہر رمضان، طبع نظامی دہلی)

یعنی جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ماہ رمضان کا ذکر کیا اور فرمایا کہ رمضان وہ مہینہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں روزہ رکھنا تم پر واجب کیا ہے اور میں نے (اس کے حکم سے) اس ماہ میں تمہارے لیے رات کو قیام کرنے (یعنی تراویح ادا کرنے) کا طریقہ جاری کیا۔

اس حدیث نبوی سے واضح ہوگیا کہ نماز تراویح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایجاد نہیں ہے بلکہ ارشاد نبوی کے موافق ادا کی جاتی ہے۔

(۲) اور دوسرا اعتراض کہ تراویح کو "نعمہ البدعہ ھذہ" کہا اور بدعت شرعاً مذموم چیز ہے تو اس کے جواب میں اکابر علماء نے اپنے اپنے دور میں جوابات تحریر کیے ہیں جن سے شبہ ہذا زائل ہو جاتا ہے اور اعتراض ساقط ہو جاتا ہے۔ ذیل میں ان بیانات کی روشنی میں چند کلمات درج کیے جاتے ہیں۔

○ مطلب یہ ہے کہ ایک امام کے خلف میں لوگوں کو نماز تراویح کے لیے جمع کر دینے کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بدعت باعتبار لغت کے کہا ہے کیونکہ لغت میں نئی چیز کو یا نئے کام کو بدعت کہتے ہیں، یعنی یہ ایک جدید طریقہ ہے لیکن باعتبار شرع کے بدعت نہیں فرمایا۔ جو چیز شرعاً بدعت ہو، وہ مذموم ہے۔

اسی مقصد کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی ادا کر سکتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا

یہ فعل باعتبار شکل و صورت کے بدعت ہے مگر باعتبار حقیقت کے بدعت نہیں ہے کیونکہ یہ امر جناب اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت قولی ہے، سنت فعلی ہے اور سنت تقریری بھی ہے۔ اور اس فعل پر دوام نہ فرمانا اس کے افتراض کے خوف سے ہوا تھا اور جبکہ انتقال نبوی ﷺ کے بعد یہ خشیت اور خوف نہیں رہا تو اس پر دوام کرنا صحیح ہے، بدعت نہیں ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ

(۱) انما سماها بدعه باعتبار صورتها فان هذا الاجتماع محدث بعده علیه الصلوه والسلام واما باعتبار الحقیقه فلیست بدعه لانه علیه السلام- انما امرهم بصلاتها فی بیوتهم للعه هی خشیه الافتراض، الخ

(مرقات شرح مشکوٰۃ ص۱۸۶ ج۳ تحت قیام شہر رمضان)

(۲) اور حافظ الذہبی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "المنتقی) میں اسی مقولہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

فسماه بدعه وما هو بالبدعه الشرعیه التی هی الضلاله اذ هی ما فعل بلا دلیل شرعی- ولو کان قیام رمضان جماعه قبیحا لابطله امیر المومنین علی وهو بالکوفه بل روی عنه انه قال نور الله علی عمر قبره کما نور علینا مساجدنا-

(المنتقی للذہبی"، ص۵۴۲، بحث ابتدع التراویح)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو (اجتماعی عمل) کو بدعت کہا ہے تو یہ بدعت شرعی نہیں ہے جو گمراہی ہوتی ہے۔
اس وجہ سے کہ بلا دلیل شرعی یہ اجتماع اور یہ فعل نہیں کیا گیا۔ اگر رمضان المبارک میں اس طرح جماعت کا قیام قبیح ہوتا تو اس چیز کو امیرالمومنین حضرت علی

بن ابی طالب رضی اللہ عنہ باطل قرار دیتے، حالانکہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد میں کوفہ میں خلیفۃ المومنین اور حاکم وقت تھے، بلکہ ان سے اس مسئلہ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ جملہ مروی ہے کہ "حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی قبر کو منور فرمائے جس طرح انہوں نے ہماری مساجد کو (اس اجتماعی عبادت سے) منور کر دیا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فعل و عمل جماعت تراویح کے "عدم بدعت" ہونے پر عمدہ قرینہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تراویح کے اس اجتماع کو اکابر خلفائے راشدین نے مستحسن قرار دیا ہے اور بدعت تصور نہیں کیا۔

○ اور جناب ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ جملہ کو اپنی تصنیف "اقتضاء الصراط المستقیم" کے صفحہ ۲۷۶ پر بحث تراویح کے تحت مختصراً اس طرح واضح کیا ہے کہ

وھذہ تسمیه لغویه لا تسمیه شرعیه۔ یعنی جماعت تراویح کو بدعت کہنا لغت کے لحاظ سے ہے، شرعی لحاظ سے نہیں ہے۔

علماء کرام کی ان صریحات و تشریحات کے پیش نظر مذکورہ شبہ اور اعتراض بالکلیۃ زائل ہو جاتا ہے۔

مذکورہ روایت جو مشکوٰۃ شریف سے بحوالہ بخاری" پیش کی ہے اس میں تراویح کی رکعات کے متعلق تصریح موجود نہیں بلکہ جماعت تراویح کا مسئلہ اجمالاً مذکور ہے۔

اب ذیل میں فاروقی دور کے متعلق ان روایات کو ایک ترتیب سے درج کیا جاتا ہے جن میں رکعات تراویح کی تعداد کے متعلق تفصیل دستیاب ہوتی ہے۔

چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے الموطاء میں مسئلہ ہذا ذیل روایت میں ذکر کیا ہے۔

...... حدثنا مالک عن یزید بن رومان انه قال کان

الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب في رمضان بثلاث وعشرين ركعه۔

(۱) الموطاء الامام مالک" ص۴۰، طبع مجتبائی، دہلی، باب ما جاء فی قیام رمضان۔

(۲) کتاب التمہید لابن عبدالبر، ص۱۱۵ ج۸، جلد ثامن، طبع جدید مراکش۔

ابو عبداللہ محمد بن نصر المروزی نے اپنی تصنیف "قیام اللیل" میں مندرجہ ذیل عبارت میں یہی مسئلہ تحریر کیا ہے:

...... عن يزيد بن رومان كان الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب في رمضان بثلاث وعشرين ركعه۔

(قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر ص۱۵۷، طبع المکتبہ الاثریۃ)

اور علامہ البیہقی نے اپنی تصنیف السنن الکبریٰ میں یزید بن رومان سے مذکورہ بالا روایت بالفاظہ اسی طرح درج کی ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ص۴۹۶، جلد ثانی باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان، طبع دکن)

ان روایات کا مفہوم یہ ہے کہ عہدِ فاروقی میں لوگ تیئس (۲۳) رکعات نماز رمضان المبارک میں ادا کرتے تھے۔

مذکورہ روایات اگرچہ مرسل ہیں مگر ان کے متعلق کبار علماء نے یہ تصریح کر دی ہے کہ

رواه مالك واسناده مرسل قوی۔	یعنی اگرچہ یہ روایت مرسل ہے لیکن یہ مرسل قوی ہے، ضعیف نہیں ہے۔

(آثار السنن للشیخ محمد بن علی النیموی ص۵۵، ج۲)

اور مرسلات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے لیے عام ضابطہ علماء نے لکھا ہے کہ وہ اہلِ فن کے نزدیک صحیح اور مقبول و قابلِ عمل ہیں، ملاحظہ ہو۔

(کتاب توضیح و تلویح، الرکن الثانی، فصل فی الانقطاع)

چنانچہ سابقہ ہرسہ روایات سے یہ چیز ثابت ہوئی کہ عہد فاروقی میں رمضان شریف میں تئیس (۲۳) رکعات نماز تراویح جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی تھی اور اہلِ علم حضرات پر واضح ہے کہ ان میں بیس رکعات صلوٰۃ تراویح تھیں اور تین رکعات وتر کی نماز کے لیے تھیں۔

اب ہم اس کے بعد عام دوستوں کے لیے بیس عدد رکعات کی مزید وضاحت ثابت کرنے کی خاطر چند روایات پیش کرتے ہیں، ان میں مسئلہ ہذا کی پوری صراحت مروی ہے۔ اس میں کسی تشریح اور تاویل کی حاجت ہی نہیں اور محدثین کے نزدیک روایات درست ہیں اور قابلِ قبول ہیں۔

(۱) ابنِ ابی شیبہ نے اپنی تالیف "المصنف" میں ذکر کیا ہے کہ

...... حدثنا وکیع عن مالک بن انس عن یحیی بن سعیدان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بھم عشرین رکعہ۔

(المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۹۳، جلد ۲، باب کم یصلی فی رمضان من رکعہ، طبع دکن)

(۲) محمد بن نصر المروزی نے اپنی کتاب "قیام اللیل" میں لکھا ہے کہ

...... قال محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعہ یطیلون فیھا القراہ ویوترون بثلاث۔

(قیام اللیل وقیام رمضان از محمد بن نصر المروزی ص ۱۵۷ طبع المکتبہ الاثریہ)

(۳) عن سائب بن یزید ایضا انھم کانو یقومون فی رمضان بعشرین رکعہ و یقراون بامئین من القرآن... فی زمان عمر بن الخطاب۔

(قیام اللیل وقیام رمضان محمد بن نصر المروزی ص ۱۵۷ طبع مکتبہ الاثریہ)

(۴) اور علامہ البیہقی نے السنن الکبریٰ میں درج کیا ہے کہ

......عن یزید بن خصیفہ عن سائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شہر رمضان بعشرین رکعہ وکانوا یقراون بالمئین--- الخ-

(السنن الکبریٰ للبیہقی ص۴۹۶، جلد ثانی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان)

فائدہ

علامہ بیہقی کی اس روایت کے متعلق کبار علماء نے تصریح کی ہے کہ

قال النواوی فی الخلاصہ اسنادہ صحیح-

(فتح القدیر شرح ہدایہ ص۳۳۴، ج۱، فصل فی قیام رمضان طبع مصر معہ عنایہ، حاشیہ مشکوۃ شریف ص۱۱۵ باب قیام شہر رمضان، الفصل الثالث)

- اور شیخ النیموی نے آثار السنن ص ۵۳ تا ۵۵، جلد ثانی میں لکھا ہے کہ

......رواہ البیہقی واسناد صحیح-

حاصل یہ ہے کہ علمائے فن نے مذکورہ البیہقی کی روایت عشرین رکعت والی کو اسناداً صحیح قرار دیا ہے- (ضعیف نہیں ہے)

خلاصہ

مندرجہ بالا ہر چہار عدد روایات کا مفہوم یہ ہے کہ

حضرت امیرالمومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اہل اسلام تراویح کی نماز باجماعت بیس (۲۰) رکعات ادا کرتے تھے اور وتر تین رکعات میں پڑھتے تھے-

اور اقتداء کرنے والوں میں ہاشمی حضرات سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا عباس بن

عبدالمطلب وغیرہما کے علاوہ دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل اور شریک ہوتے تھے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مستقل امام مقرر کیے ہوئے تھے۔ ان کو نماز تراویح پڑھانے کے لیے ارشاد فرماتے تھے (اور وہ بیس (۲۰) رکعات نماز تراویح پڑھاتے تھے)

تائید

مسئلہ مندرجہ بالا کی تائید میں کبار علماء کی طرف سے چند کلمات درج کرنا مفید ہیں، وہ ملاحظہ فرمائیں۔

فتاویٰ ابن تیمیہ میں تحریر ہے کہ

... فانه قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعه فی قیام رمضان ویوتر بثلاث۔ فرای کثیر من العلما ان ذالک هو السنه لانه اقامه بین المهاجرین والانصار ولم ینکره منکر۔

یعنی بے شمار علماء کی یہ رائے ہے کہ (بیس (۲۰) رکعت نماز تراویح ادا کرنا) سُنّت ہے (بدعت نہیں) کیونکہ یہ عمل مہاجرین و انصار کے درمیان قائم ہوا اور کسی نے اس فعل پر انکار نہیں کیا۔ (مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۱۱۲، جلد ۲۳، تحت ابحاث القنوت)

مختصر یہ ہے کہ یہ "اجتماعی عمل" خلافت راشدہ کے دور میں منعقد ہوا اور کسی مشہور صحابی کی طرف سے اس کے بدعت ہونے پر اعتراض و انکار نہیں پایا گیا۔ فلہذا یہ عمل صحیح ہے، خلاف سُنّت نہیں ہے۔

اسی طرح علامہ السیوطی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف "الحاوی الفتاویٰ" میں لکھتے ہیں کہ

... وفی الموطاء وابی ابن

یعنی الموطاء لامام مالک" المصنف

شیبہ والبیہقی عن عمر رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بھم فی شھر رمضان عشرین رکعتہ۔ (الحاوی للفتاوئی ص ۵۴، ج اول، کتاب الصلوۃ باب التراویح)

لابن ابی شیبہ اور السنن الکبریٰ للبیہقی تینوں کتب حدیث میں درج ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں لوگوں کو جمع کیا۔ پس وہ رمضان المبارک میں لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھاتے تھے۔

اور اس مقام میں حافظ الذہبیؒ نے مزید ایک بات یہ ذکر کی ہے کہ عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں ایک انصاری بزرگ معاذ بن الحارث القاری بھی نماز تراویح پڑھاتے تھے۔ ان کی کنیت ابو حکیمہ تھی اور عند البعض ابو حلیمہ تھی۔

...... ابو حکیمہ معاذ بن الحارث القاری الانصاری الذی اقامہ عمر یصلی بالناس التراویح۔

(تاریخ الاسلام للذہبی ص ۳۵۸، جلد ثانی، تحت قصہ الحرہ طبع مصر)

مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے عہد میں تراویح کے لیے متعدد امام تھے۔ ایک ابی بن کعب، دوسرے معاذ بن الحارث الانصاری وغیرہ تھے۔ یہ حضرات فاروقی ہدایات کے مطابق تراویح کی امامت کراتے تھے۔

اس مقام میں یہ ذکر کرنا نیز مفید ہے کہ عہد فاروقی میں تراویح کے لیے ایک تیسرے امام کا ذکر بھی محدثین نے کیا ہے اور وہ حضرت تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ بعض اوقات یہ بھی امام ہوتے تھے۔

فائدہ

تائیدات ہذا کے ذریعے واضح ہوگیا کہ عہد فاروقی والی روایات مذکورہ صحیح

ہیں، ان کو امت کے جمہور اکابر علماء نے اپنے اپنے مقام پر درست تسلیم کیا ہے۔

ایک دیگر شبہ کا ازالہ

بعض روایات حدیث میں مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان المبارک میں گیارہ رکعت نماز ادا کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ تو یہ روایت ان روایات کے برخلاف ہوئی جو گزشتہ صفحات میں پیش کی گئی ہیں اور ان میں بظاہر تعارض پایا جاتا ہے۔

اس شبہ کے ازالہ کے لیے تحریر کیا جاتا ہے کہ

روایات میں تعارض و تخالف کے لیے زمانہ واحد ہونا شرط ہے اور ان روایات میں زمانہ واحد نہیں بلکہ ان میں تقدیم و تاخیر پائی جاتی ہے۔

بصورت دیگر اگر اس بات سے صرف نظر کر لی جائے تاہم محدثین نے ان کے درمیان تطبیق کی صورت اس طرح بیان کی ہے کہ

بحوالہ البیہقی علامہ الزیلعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

قال البیھقی ویجمع بین الروایتین بانھم قاموا باحدی عشرہ رکعہ ثم قاموا العشرین واوتروا بثلاث۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، ص۴۹۶، ثانی باب، فی عدد رکعات قیام شہر رمضان، نصب الرایہ الزیلعی ص۱۵۴ جلد ثانی، فصل فی قیام رمضان، طبع مجلس علمی)

(۳) ...... وفی الموطاء روایہ باحدی عشرہ وجمع بینھما بانہ وقع اولا ثم استقر الامر علی عشرین فانہ المتوارث۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ ص۱۹۴ ج۳ الفصل الثالث، باب قیام شہر رمضان، تحت روایت علی الاعرج، طبع ملتان)

مطلب یہ ہے کہ ان ہر دو روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ پہلے پہلے گیارہ رکعات ادا کرنی شروع کی تھیں، لیکن بعد میں بیس رکعات پڑھنے پر اتفاق و استقرار ہوا، پھر جمہور صحابہ کرام اور تابعین میں یہی عمل متوارث چلا آ رہا ہے (اور وتر تین رکعات ادا کرتے تھے)

عہدِ عثمانی میں تراویح کا اہتمام

سابقہ صفحات میں عہد فاروقی (جو قریباً ساڑھے دس سال کے عرصہ پر محیط تھا) میں مسئلہ تراویح کا عمل مختصراً بیان کیا ہے۔ اب عہد عثمانی (جو قریباً بارہ دن کم بارہ سال ہے) میں تراویح کے متعلق جو نظم قائم تھا، اس کو بالاختصار پیش کیا جاتا ہے:

(۱) خلافت عثمانی کے دور میں علماء نے لکھا ہے کہ بعض دفعہ خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوافل (تراویح) کی جماعت کراتے تھے۔

چنانچہ قتادہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک بار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں بیس راتیں (تراویح) کی امامت کرائی اور نماز پڑھائی پھر (بقایا راتوں میں) رک گئے اور تشریف نہیں لائے۔

بعض لوگ کہنے لگے کہ حضرت موصوف اپنی عبادت میں مصروف ہو گئے ہیں، پھر ابو حلیمہ معاذ القاری نے لوگوں کی امامت کرائی اور ابو حلیمہ القاری نماز میں دعائے قنوت (نازلہ) پڑھتے تھے۔

... قتادہ عن الحسن امنا علی بن ابی طالب فی زمن عثمان عشرین لیلہ ثم احتبس فقال بعضھم قد تفرغ لنفسہ ثم امھم ابو حلیمہ معاذ القاری فکان یقنت۔

(کتاب قیام اللیل و قیام رمضان ص۹۵۵ باب صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جماعہ لیلا---الخ)

(۲) اس طرح عہد عثمانی میں تراویح ادا کرنے کا اہتمام کیا جاتا تھا اور بعض ائمہ

حضرات اس نماز میں طویل قرات کرتے تھے اور جن سورتوں میں سو سو آیات ہیں، وہ سورتیں تلاوت تراویح میں پڑھتے تھے، پھر اس صورت حال کی وجہ سے بعض کمزور حضرات اپنے ضعف کی بنا پر لاٹھیوں پر (سہارا) لینے پر مجبور ہو جاتے۔ البیہقی نے السنن میں یہ چیز بیان کی ہے:

...... قال (السائب بن یزید) وکانو یقراون بالمئین وکانو یتوکئون علی عصیتهم فی عهد عثمان بن عفان رضی الله عنه من شده القیام۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، ص۴۹۶، ج۲ باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان، مرقات شرح مشکوٰۃ لعلی القاری، ص۱۹۲ ج۳، باب قیام شہر رمضان، الفصل الثالث، طبع ملتان، آثار السنن للشیخ محمد بن علی النیموی ص۳۳، ۵۵، باب التراویح۔عشرین رکعۃ)

خواتین کا شمول

(۳) تراویح ادا کرنے کا اجتماعی معمول مردوں میں عہد فاروقی سے جاری تھا۔ اسی طرح عہد خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں ہی خواتین کے لیے ایک صاحب تابعی (سلیمان بن ابی حثمہ) کو امام مقرر کیا گیا۔ یہ بزرگ خواتین کو مسجد کے ایک طرف چبوترہ پر نماز تراویح پڑھاتے تھے (اور وہیں پردہ کا انتظام کر لیا جاتا تھا)

پھر جب عہد عثمانی آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کے مطابق مردوں اور عورتوں کو ایک قاری (سلیمان بن ابی حثمہ) کی اقتدا میں جمع کر دیا گیا (اور یہ بھی باپردہ انتظام تھا)--- جب نماز ختم ہوتی تو خواتین کو مسجد سے خارج ہونے سے روک دیا جاتا حتیٰ کہ تمام مرد پہلے جاتے تھے، پھر اس کے بعد خواتین کو مسجد سے نکلنے کی اجازت ہوتی تھی۔ اس چیز کی تفصیل طبقات ابن سعد کی درج ذیل روایت میں موجود ہے:

...... ان ابی بن کعب و تمیما الداری کانا یقومان فی مقام النبی علیہ السلام یصلیان بالرجال وان سلیمان بن ابی حثمہ کان یقوم بالنساء فی رحبہ المسجد فلما کان عثمان بن عفان جمع الرجال والنساء علی قاری واحد سلیمان بن حثمہ وکان یامر بالنساء فیحسن حتی یمضی الرجال ثم یرسلن۔

(۱) طبقات ابن سعد ص۱۷، ج۵، تحت سلیمان بن ابی حثمۃ، طبع لیدن۔

(۲) مرقات شرح مشکوٰۃ لعلی القاری ص۱۹۳ ج۳، باب قیام شہر رمضان، الفصل الثالث، طبع ملتان۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ

تراویح ادا کرنے کا "اجتماعی عمل" خلافت عثمانی میں بھی جاری تھا اور بعض دفعہ اکابرین میں سے خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ نفس نفیس تراویح کی امامت فرمایا کرتے تھے اور بیس رکعات ادا کرتے تھے اور مرد و زن اس اجتماعی عمل میں شامل ہوتے تھے اور دیگر ائمہ بھی بالالتزام ایک نظم کے مطابق نماز ہذا پڑھایا کرتے تھے۔ اس طریقہ کو کسی مشہور صحابی نے بدعت نہیں کہا اور اس پر نکیر نہیں فرمائی۔

عہدِ مرتضوی رضی اللہ عنہ میں تراویح کا انتظام

دور عثمانی کے بعد عہد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (جو قریباً چار سال نو ماہ کے عرصہ پر مشتمل تھا) اس میں بھی نماز تراویح کا باقاعدہ اہتمام ہوتا تھا۔

محدثین اور کبار علماء نے اس مسئلہ کی تفصیلات نقل کی ہیں۔ ذیل میں چند ایک حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں۔ ان میں مسئلہ تراویح کے متعلق وضاحت دستیاب ہوتی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ائمہ اور شاگردوں کو نماز تراویح کی ادائیگی کے لیے ہدایات جاری فرماتے تھے۔

(۱) چنانچہ ابوالحسناء ذکر کرتے ہیں کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا کہ رمضان شریف میں بیس رکعات نماز تراویح لوگوں کو پڑھائیں۔

...... حدثنا وكيع عن حسن بن صالح عن عمرو بن قيس عن ابي الحسناء ان عليا امر رجلا يصلي بهم في رمضان عشرين ركعه۔

(المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۹۳، ج ۲، تحت باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ، کتاب التمہید لابن عبدالبر ص ۱۱۵ جلد ثامن، تحت بحث ہذا، طبع جدید)

(۲) اسی طرح عرفجہ الثقفی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لوگوں کو قیام رمضان کا امر فرمایا کرتے تھے اور مردوں کے لیے ایک امام مقرر فرمایا اور عورتوں (کو نماز پڑھانے) کے لیے مجھے امام مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں خواتین کے لیے نماز (تراویح) کی امامت کروں۔

...... عن عمر الثقفي عن عرفجه الثقفي ان عليا كان يامر الناس بالقيام في شهر رمضان ويجعل الرجال اماما وللنساء امام فقال فامرني فاممت النساء۔

(المصنف لعبد الرزاق ص ۲۵۲، ج ۴، روایت نمبر ۵۱۲۵، المنتقی للذہبی، ص ۵۴۲، مختصر منہاج السنہ لابن تیمیہ)

(۳) ابو عبدالرحمٰن السلمی نقل کرتے ہیں کہ آپ نے رمضان المبارک میں قاریوں کو بلوایا اور ان میں سے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ بیس رکعات نماز (تراویح) لوگوں کو پڑھائیں اور خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو وتر پڑھاتے تھے۔

...عن عطا بن السائب عن ابي عبد الرحمن السلمي

عن علی رضی اللہ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامر منھم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ وکان علی رضی اللہ عنہ یوتربھم۔ وروی ذالک من وجہ آخر من علی۔

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی ص۴۹۶، ۴۹۷، جلد۲، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان، طبع حیدر آباد، المنتقی للذہبی ص۴۲، طبع مصر)

اب ذیل میں ان روایات کو پیش کیا جاتا ہے جو حضرت علی المرتضیٰ کے بلاواسطہ شاگردوں سے مروی ہیں اور ان میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا "دائمی عمل" ذکر کیا گیا ہے۔

یہ وہ عمل ہے جو انہوں نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہدایات کے مطابق ہمیشہ سرانجام دیا۔ اور ان کے اس طریقہ کار پر اس دور میں کسی نے خلاف سنت ہونے کا اعتراض وارد نہیں کیا۔

تنبیہہ

ہماری کتاب سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں فقہی مسائل کی بحث میں بھی یہ مسئلہ درج ہو چکا ہے۔

(۱) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور شاگرد سوید بن غفلہ ہیں۔ یہ کبار تابعین میں سے ثقہ شخصیت ہیں اور ان کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ جس روز جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفن ہوا، اسی روز یہ صاحب مدینہ منورہ پہنچے تھے۔

ان کے شاگرد ابوالخصیب کہتے ہیں کہ جناب سوید بن غفلۃ رمضان المبارک میں ہمیں تراویح کی نماز پڑھایا کرتے تھے اور وہ نماز پانچ ترویحوں کے ساتھ تمام کرتے تھے (اور ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر بیٹھنے کو ترویحہ کہا جاتا ہے) اس صورت میں تراویح بیس رکعت میں ادا ہوتی ہے۔

...انباء ابوالخصيب قال كان يئومنا سويد بن غفله في رمضان فيصلي خمس ترويحات عشرين ركعه-

(السنن الکبریٰ للبیہقی ص۴۹۶، ج۲ باب ماروی فی عدد رکعات لقیام فی شہر رمضان)

(۲) اسی طرح علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد شتیر بن شکل ذکر کرتے ہیں کہ وہ رمضان شریف میں بیس رکعات کے ساتھ لوگوں کی امامت کرتے تھے اور تین رکعات کے ساتھ وتر پڑھایا کرتے تھے۔

......روينا عن شتير بن شكل وكان من اصحاب علي رضي الله عنه انه كان يومهم في شهر رمضان بعشرين ركعه ويوتر بثلاث-

(السنن الکبریٰ للبیہقی ص۴۹۶، ج۲ باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان)

حاصل کلام

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں نماز تراویح کے متعلق جو اہتمام اور انتظام ہوتا تھا، اور ان کے شاگرد حضرات جس طریق کار پر ہمیشہ کاربند رہتے تھے، اس کا ایک مختصر سا نمونہ مندرجات بالا میں ذکر کر دیا ہے۔

یہاں سے یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں اور ان کے شاگردوں کے دور میں نماز تراویح اجتماعی طور پر بیس رکعات کے ساتھ اور وتر تین رکعات کے ساتھ باجماعت ادا کی جاتے تھے اور ان کے اس "اجتماعی عمل" پر اہل اسلام کاربند تھے۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں نہ تو تراویح کو ترک کیا گیا اور نہ ہی اس کی بیس رکعات تعداد میں کمی کی گئی۔

گزشتہ سطور میں خلافت راشدہ کے تین ادوار عہد فاروقی، عہد عثمانی، عہد علوی میں تراویح ادا کرنے کی کیفیت مختصراً ذکر کی گئی ہے۔ یہ مدت کم و بیش پچیس

برس پر مشتمل ہے۔ اس تمام مدت میں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور کبار تابعین کا "دوامی عمل" بیس رکعات ادا کرنے کا پایا جاتا ہے۔

پھر اس دور میں صحابہ یا تابعین میں سے کسی نامور شخصیت نے اس معمول پر بدعت ہونے شبہ نہیں پیدا کیا اور اس عمل کو خلاف سُنّت قرار دے کر متروک نہیں کیا۔ فلہذا تراویح کے مسئلہ پر تمام ادوار میں اہلِ اسلام کا تعامل گمراہی پر اجتماع نہیں ہے اور نہ ہی یہ بدعت ہے بلکہ مسنون طریقہ کے موافق ہے۔

بفرمانِ رسالت

خلفاء راشدین کی اتباع کی تاکید

اب ہم بیس رکعات نماز تراویح کے اجتماعی عمل کے صحیح ہونے کو ایک دیگر طریقہ سے پیش کرتے ہیں اور اس مسئلہ میں فرمان نبوت سے تائید حاصل کرتے ہیں۔

وہ اس طرح ہے کہ جناب سید دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی امت کو ارشاد فرمایا ہے کہ لوگو! میری سنت اور طریقہ کو لازم پکڑو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سُنّت کو مضبوطی سے پکڑو، ان کی پیروی کرو اور ان کے طریقہ پر خوب جمے رہو۔۔۔ الخ۔

اس فرمانِ رسالت کو متعدد محدثین نے اپنے اپنے اسناد کے ساتھ اپنی تالیفات میں درج کیا ہے اور اہلِ علم حضرات ان مقامات سے بخوبی واقف ہیں لیکن عام دوستوں کے اطمینان کی خاطر مذکورہ روایات کو ہم کتب احادیث سے نقل کرتے ہیں۔

(ا) چنانچہ مشہور محدث محمد بن نصر المروزی (المتوفی ۲۹۴ء) نے "کتاب السنہ" میں بالفاظ ذیل یہ روایت ذکر کی ہے۔

...عن عرباض بن ساریہ الفزاری وکان من الباکین

قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم صلاه الغداه- فاقبل علینا فوعظنا موعظه بلیغه... فانه من یعیش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنه الخلفاء الراشدین المهدیین من بعدی... الخ-

(کتاب السنہ لمحمد بن نصر المروزی ص۲۱ مطبوعہ ریاض، سعودی عرب)

(۲) درسی کتاب مشکوٰۃ شریف میں یہ روایت بہ عبارت ذیل درج ہے:

...عن عرباض بن ساریه قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم ثم اقبل علینا بوجهه... فعلیکم بسنتی وسنه الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ... الخ رواه احمد و ابوداود والترمذی وابن ماجه-

(مشکوٰۃ شریف ص۲۹-۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنہ، الفصل الثانی، طبع نور محمد، دہلی)

مذکورہ بالا روایت مضمون ہذا کے ساتھ مقامات ذیل میں بھی مروی ہے، ملاحظہ فرمائیں-

(۳) السنن للدارمی ص۲۶ باب اتباع السنہ، طبع نظامی کانپوری-

(۴) المستدرک للحاکم ص۹۶، جلد اول کتاب العلم، طبع اول، دکن-

(۵) السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۱۱۴ جلد عاشر، طبع اول، دکن-

(۶) موارد الظمان الی زوائد ابن حبان لنور الدین الہیثمی ص۵۶ روایت نمبر ۱۰۲، تحت کتاب العلم باب اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم-

مندرجہ روایات کا خلاصہ اور مفہوم وہی ہے جو سطورِ بالا میں تحریر کردیا گیا ہے، یعنی جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں دیگر امور کے علاوہ یہ فرمان دیا کہ میرے بعد اختلافات دیکھے جائیں گے تو اس وقت تم پر لازم ہے کہ میری سُنّت پر عمل کرو اور میرے بعد خلفاء راشدین کے طریقے کے

ساتھ تمسک کرو اور دانتوں کے ساتھ اسے مضبوطی سے پکڑو اور ترک نہ کرو۔ (یعنی سختی کے ساتھ اس پر کاربند رہو)

پھر اس کے بعد مزید برآں حضرات شیخین (سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کی اتباع و اقتدا کے متعلق خصوصی ارشادات نبوت بھی پائے جاتے ہیں اور وہ روایات عند المحدثین صحیح ہیں۔

ان میں سے چند ایک مرویات ذیل میں بغور ملاحظہ فرمائیں:

عن حذیفہ قال کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی لاادری ما قدر بقائی فیکم اقتدوا بالذین من بعدی وارشار الی ابی بکر و عمر... الخ۔

(المصنف لابن ابی شیبہ ص۵۶۹، ج ۱۴، روایت نمبر۱۸۸۹۵، کتاب المغازی، طبع کراچی)

(۲) اور ترمذی شریف میں یہ روایت بہ عبارت ذیل مذکور ہے:

... عن حذیفہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔

(ترمذی شریف ص۲۰۷، جلد ثانی، باب مناقب ابی بکر الصدیق، طبع مجتبائی دہلی)

(۳) جامع مسانید الامام الاعظم ص۲۲۶، جلد اول، للقاضی ابوالموئد الخوارزمی، طبع دکن۔

مذکورہ بالا روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی تھی، اب ذیل میں اسی مضمون کی روایت جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کی جاتی ہے:

... عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعد ابوبکر و عمر۔

(المسند الامام ابی حنیفہ ص۱۷۲، باب الفضائل والشمائل، طبع، عقود الجواہر المنیفہ ص۳۱، جلد اول، بیان الخبر الدال علی تقدیم ابی بکر علی وغیرہ)

روایات مذکورہ بالا کا مفہوم یہ ہے کہ جناب حذیفہ بن الیمان اور جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم دونوں حضرات ذکر کرتے ہیں کہ جناب سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر و عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتدا و اتباع کرنا... الخ۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان فرمودات رسالت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلفاء راشدین اور خصوصاً شیخین حضرات حضرت ابوبکرالصدیق و حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اتباع و تابعداری کرنے کے متعلق تاکیدی حکم موجود ہے۔

اور ان میں سے تینوں خلفاء راشدین بیس رکعات نماز تراویح باجماعت ادا کرتے رہے ہیں اور ان کی ہدایات کے تحت ان کے عہد میں اس طریقہ پر دواماً عمل ہوتا رہا ہے۔

فلہذا مسئلہ ہذا میں ان خلفاء حضرات کی اقتدا کرنا بفرمانِ نبوت لازم ہے اور یہ طریقہ شریعت محمدی کے عین مطابق ہے اور خلاف سنت نہیں ہے بلکہ جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان کی صحیح اطاعت ہے۔

مشاہیر صحابہ کرامؓ کا تعامل

سابقہ سطور میں تراویح کے متعلق خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا طریق کار بالاختصار ذکر کیا گیا ہے۔ اب مسئلہ تراویح کے متعلق مزید چند ایک اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دوامی عمل ذکر کیا جاتا ہے، جس سے تراویح کی بیس رکعات کا مسئلہ واضح ہوتا ہے۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا عمل

محدثین نے لکھا ہے کہ جناب ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں لوگوں کو رمضان شریف میں بیس رکعات نماز تراویح پڑھایا کرتے تھے اور وتر تین

رکعت میں ادا کرتے تھے۔ روایت کے الفاظ سے یہ ان کا دوامی معمول واضح ہوتا ہے، چنانچہ ابنِ ابی شیبہ ذکر کرتے ہیں کہ

... کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینہ عشرین رکعہ ویوتر بثلاث۔

(المصنف لابنِ ابی شیبہ ص ۳۹۳، طبع حیدر آباد دکن، باب ۔صلی فی رمضان من رکعہ)

روایت ہذا سے معلوم ہوا کہ مدینہ شریف میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ رمضان شریف میں بیس رکعات (نماز تراویح) اور تین رکعات میں وتر ادا کیا کرتے تھے۔

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول

اس کے بعد جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تراویح کے متعلق طریق کار ذکر کیا جاتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی ہیں جن کے متعلق محدثین نے لکھا ہے کہ

...وکان اقرب الناس دلا وسمتا وھدیا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۴، الفصل الاول، جامع المناقب، بحوالہ بخاری)

یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ باعتبار طریقہ، میانہ روی اور حسن سیرت کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب تھے۔

نیز جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمانِ نبوت یہ بھی ہے کہ

...وتمسکوا بعھد ابن مسعود۔

یعنی ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد اور وصیت کے ساتھ تمسک کرو۔

(ترمذی شریف ص ۵۴۲، تحت باب المناقب، مناقب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، طبع قدیم لکھنؤ)

ان فرمودات کی روشنی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اتباع سنت کے سلسلہ میں مقام و مرتبہ واضح ہوگیا اور سیرت نبوی کے ساتھ ان کا شغف ظاہر ہوا۔

مسئلہ تراویح کے سلسلہ میں محدثین نے جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق تحریر کیا ہے کہ

...کان عبداللہ بن مسعود یصلی عشرین رکعہ ویوتر بثلاث...الخ (قیام اللیل وقیام رمضان للمروزی ص ۱۵۷، ۱۵۸، طبع مکتبہ اثریہ، شیخوپورہ)

یعنی جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس رکعات (تراویح) پڑھتے تھے اور وتر تین رکعات میں ادا کرتے تھے، یہ ان کا دائمی معمول تھا۔

روایات ہٰذا کے ذریعے یہ چیز عیاں ہوگئی ہے کہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کو بیس رکعات تراویح ادا کرنے کا عمل جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محفوظ تھا اسی لیے آنموصوف اس کا التزام کیے ہوئے تھے۔

عبداللہ بن عباسؓ کا شرعی مسائل میں طریق کار

جناب عبداللہ بن عباس ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ سے جب کوئی شخص مسئلہ دریافت کرتا تو اس کا حکم اگر کتاب اللہ میں موجود ہوتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے اور اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہیں ہے اور سنت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پایا جاتا تو سنت نبوی کے مطابق قول کرتے۔ اور اگر وہ مسئلہ نہ تو کتاب اللہ میں ہوتا اور نہ ہی سنت نبوت میں پایا جاتا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمودات میں پایا جاتا تو آنموصوف ان حضرات کے قول کے مطابق عمل کرتے۔ اور اگر مذکورہ بالا تینوں صورتیں موجود نہ ہوتیں تو پھر اپنی مجتہدانہ رائے پر عمل کرتے تھے۔

......عن عبداللہ بن ابی یزید قال سمعت عبداللہ بن

عباس رضی اللہ عنہما انا سئل عن شیی ھو فی کتاب الله قال به وان لم یکن فی کتاب الله وقاله رسول الله صلی الله علیه وسلم قال به وان لم یکن فی کتاب الله ولم یقله رسول الله صلی الله علیه وسلم وقاله ابوبکر و عمر رضی الله عنهما قال به والا اجتهد رایه۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ص۱۱۵ ج۱۰ کتاب آداب القاضی، طبع قدیم، دکن)

روایت بالا کی روشنی میں معلوم ہوا کہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیس رکعات نماز تراویح کے قائل تھے اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا یہ فیصلہ شدہ عمل ہے کہ بیس رکعات نماز تراویح باجماعت پڑھی جاتی تھی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق عمل کرتے اور اس کو حجت شرعی سمجھتے تھے۔

فلہذا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی بیس رکعات تراویح با جماعت کا قول کرتے اور اسے صحیح عمل قرار دیتے تھے، اس لیے کہ یہ مسئلہ فاروقی عہد کا فیصلہ شدہ امر ہے جس کو وہ حجت سمجھتے تھے۔

تنبیہہ

سابقہ صفحات یعنی عہد نبوت کی مرویات میں جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح کی مرفوع روایت نقل کی گئی ہے، اس روایت کے بعض رواۃ پر اگرچہ کلام پائی گئی ہے لیکن دیگر قرائن کے ساتھ موید ہے اور وہ اپنے مقام پر درست ہے۔ اب اکابر صحابہ کرام کے تعامل اور ان کے طریقہ کار کے سلسلہ میں یہ علامہ البیہقی کی روایت ذکر کی ہے اور اس سے جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے طرز عمل کے ذریعہ مسئلہ تراویح بیس رکعات ادا کرنے کی تائید حاصل کرنا مقصود ہے اور اسی ضرورت کے تحت یہ روایت نقل کی گئی ہے۔

امہات المومنینؓ کا طرزِ عمل

اکابر محدثین اور فقہاء نے اپنی معروف تالیفات میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تراویح کے متعلق یہ صورت اختیار کرتی تھیں کہ آنموصوفہ رضی اللہ عنہا رمضان المبارک میں خواتین کو نوافل کی امامت کرایا کرتی تھیں اور ادائیگی نماز کی یہ صورت ہوتی تھی کہ آں محترمہ رضی اللہ عنہا صف کے وسط میں (تھوڑا آگے) کھڑے ہو کر تراویح کی نماز پڑھاتی تھیں۔ یہی مسئلہ اکابر فقہاء کی ذیل کتب میں مذکور ہے:

...... عن ابی حنیفہ عن حماد بن ابراھیم عن عائشہ رضی اللہ عنھا انھا کانت توم النساء فی رمضان تطوعا وتقوم فی وسط الصف۔

(کتاب الآثار لامام ابی یوسفؒ ص۴۱، روایت نمبر۲۱۲، طبع بیروت، لبنان، کتاب الآثار الامام محمدؒ ص۴۳، باب المراۃ توم النساء و کیف تجلس فی الصلوۃ قدیم طبع انوار محمدی، لکھنؤ)

(۲) محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک غلام ذکوان تھا اس کی کنیت ابو عمرو تھی اور وہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حاجب (دربان) بھی تھا۔ اسے آنموصوفہ رضی اللہ عنہا نے فرمان دے رکھا تھا کہ تو میری وفات کے بعد آزاد ہے اور ذکوان ایک خصوصی خدمت یہ بھی بجا لاتا تھا کہ رمضان المبارک میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تراویح پڑھاتا تھا۔

امام مالکؒ نے اپنے موطا میں یہی چیز بہ عبارت ذیل درج کی ہے:

...... مالک بن ھشام بن عروہ عن ابیہ ان ذکوان ابا عمرو وکان عبدا لعائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعتقتہ عن دبر منھا یقوم یقرا لھا فی رمضان۔

(موطا امام مالکؒ، ص۹۹، طبع کراچی نور محمدی، باب ما جاء فی قیامِ رمضان)

(۴) اور کبار فقہاء نے امہات المومنین کی تراویح کی ادائیگی کے متعلق یہ تصریح کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے غلام ذکوان کی اقتدا میں نماز تراویح ادا کیا کرتی تھیں۔ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز تراویح عورتوں کی جماعت کے ساتھ ادا کرتی تھیں اور ان کی خادمہ ام الحسن البصری جماعت کرایا کرتی تھیں۔

یہی چیز فتاویٰ قاضی خان میں بالفاظ ذیل مذکور ہے:

... واقامها ازواج النبی صلی الله علیه وسلم نحو عائشه وام سلمه رضی الله عنهن خلف ذکوان وام سلمه رضی الله عنها بجماعه النساء امتها مولاتها ام الحسن البصری رضی الله عنها وکانت هی فی صفهن۔

(فتاویٰ قاضی خان علی الہندیہ، ص ۲۱۳، ج اول باب التراویح، طبع قدیم، مصر)

مختصر یہ ہے کہ ازواج مطہرات کا یہ طرزِ عمل رمضان المبارک میں جاری رہتا تھا اور یہ معمول جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور ہدایت کے تحت تھا، ان کے خلاف ہرگز نہیں تھا۔

گزشتہ اوراق میں ہم نے مسئلہ تراویح کے متعلق مشاہیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا دوامی عمل ذکر کیا ہے۔ اور ان حضرات کا کسی شرعی مسئلہ میں اتفاق کر لینا اور اس کو بالاتفاق معمول بنا لینا مستقل "شرعی دلیل" اور "حجت قاطعہ" کا درجہ رکھتا ہے۔

چنانچہ اسی چیز کو کبار علماء نے بطور قاعدہ کے مندرجہ ذیل عبارت میں پیش کیا ہے:

"قاعده" التوارث والتعامل هو معظم الدین۔ یعنی اذا ثبت تعامل الصحابه بامر فهو حجه قاطعه وسنه ثابته۔ لا یمکن دفعها۔

(فیض الباری علی صحیح البخاری للحدیث الکبیر مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری"

ص۲۵۴، ج۲، طبع مجلس علمی ڈابھیل)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شرعی مسئلے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا توارث اور تعامل پایا جانا یہ دین میں عظیم امر ہے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک معاملہ میں جب تعامل ہو جائے تو وہ حجت قاطعہ ہے اور ثابت شدہ سنت ہے' اس کو رد کرنا ممکن نہیں اور اسے ناقابل عمل نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اجماع سکوتی

پھر یہاں یہ چیز بھی پائی گئی ہے کہ اس دور کی کسی مشہور شخصیت نے بیس رکعات نماز تراویح کے "اجتماعی عمل" پر اعتراض نہیں کیا اور اسے خلاف سنت قرار نہیں دیا۔

پس اس بنا پر اس امر کو "اجماع سکوتی" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور مسئلہ ہذا کے اثبات کے لیے جہاں دیگر دلائل و شواہد پیش کیے جاتے ہیں' وہاں اس دور میں "اجماع سکوتی" بھی اس مسئلہ میں مستقل شاہد کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرات تابعین، تبع تابعین و دیگر کبار علماء کے فرمودات

اس سے پہلے صحابہ کرام کے تراویح کے متعلق معمولات ایک ترتیب سے ذکر کئے ہیں اس کے بعد ذیل میں مشاہیر تابعین اور تبع تابعین کے فرمودات کو اختصاراً پیش کیا جاتا ہے۔

جناب ابراہیم النخعیؒ

جناب ابراہیم النخعی رحمتہ اللہ تعالیٰ کبار تابعین میں سے ہیں اور ان کے مرسلات عند الفقہاء مقبول ہیں اور محدثین اور فقہاء نے ان کا مندرجہ ذیل قول

نقل کیا ہے۔

...عن ابراهيم بن يزيد (النخعى) ان الناس كانوا يصلون خمس ترويحات فى رمضان۔

یعنی ابراہیم نخعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے دور میں اہلِ اسلام رمضان شریف میں پانچ ترویحوں کے ساتھ نماز تراویح ادا کرتے تھے۔

(کتاب الآثار الامام ابی یوسف" ص۴۱، روایت نمبر۲۱۱، طبع بیروت)

اور فقہ کی اصطلاح میں ہر چار رکعات نماز تراویح ادا کرنے کے بعد قلیل وقت کے لیے ٹھہر جانے کو ترویحہ کہا جاتا ہے اور پانچ ترویحہ کی صورت میں بیس رکعات نماز تراویح تمام ہو جاتی ہیں۔

جناب عطاء بن رباحؒ

جناب عطاء بن رباحؒ مشہور تابعی کا قول اکابر محدثین نے بہ عبارت ذیل ذکر کیا ہے:

......عن عطاء قال ادركت الناس وهم يصلون ثلاثه وعشرين ركعه بالوتر۔

(المصنف لابنِ ابی شیبہ ص۳۹۳، ج۲، تحت باب کم یصلی فی رمضان من رکعہ، الشیخ النیموی نے آثار السنن ص۵۵، جلد ثانی پر مذکورہ بالا روایت درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسنادہ حسن" طبع دکن)

یعنی جناب عطاء بن رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اہلِ اسلام کو اس طرح پایا ہے کہ وہ لوگ (رمضان شریف میں) تئیس (۲۳) رکعات نماز تراویح وتروں سمیت ادا کرتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ بیس رکعات نماز تراویح ہوتی تھی اور تین رکعات میں وتر ادا کرتے تھے۔

جناب عطاء بن رباح رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دور کے اہلِ اسلام کا معمول ذکر کیا ہے، ان پر وہ لوگ ہمیشہ سے کاربند چلے آ رہے تھے۔

جناب ابنِ ابی ملیکہؒ

تابعین حضرات میں ایک نامور تابعی جناب عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ ہیں جو "ابنِ ابی ملیکہ" کی کنیت سے مشہور ہیں۔

محدثین نے ان کا معمول ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ

... حدثنا وكيع عن نافع مولى لابن عمر كان ابن ابى ملكيه يصلى بنا فى رمضان عشرين ركعه... الخ-

(المصنف لابن ابی شیبہ ص۳۹۳ جلد ثانی تحت باب کم یصلی فی رمضان من رکعہ، طبع حیدر آباد، دکن، الشیخ النیموی نے آثار السنن، ص۵۶، ۵۵، جلد ثانی پر مذکورہ بالا روایت ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسنادہ صحیح")

مطلب یہ ہے کہ ابنِ ابی ملیکہؒ کے شاگرد کہتے ہیں کہ ہمیں آنموصوف رحمتہ اللہ علیہ رمضان شریف میں بیس رکعات (نماز تراویح) پڑھایا کرتے تھے... الخ۔

گویا کہ اس دور کے اکابرین امت کا یہ دوامی معمول اور اجتماعی عمل تھا کہ وہ رمضان المبارک میں بیس رکعات نماز تراویح ادا کیا کرتے تھے۔

علی بن ربیعہ رحمتہ اللہ علیہ

علی بن ربیعہ رحمتہ اللہ علیہ مشہور تابعین میں سے ہیں آنموصوف کے متعلق محدثین نے لکھا ہے کہ وہ رمضان المبارک میں اہل اسلام کو پانچ ترویحوں کے ساتھ نماز تراویح پڑھاتے تھے اور وتر تین کعات کے ساتھ ادا کرتے تھے۔

چنانچہ ابنِ ابی شیبہ نے اس سلسلہ میں درج ذیل روایت درج کی ہے:

...عن سعيد بن عبيد ان على بن ربيعه كان يصلى بهم

فی رمضان خمس ترویحات ویوتر بثلاث۔

(۱) المصنف لابنِ ابی شیبہ ص۳۹۳، جلد۲، تحت باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ، طبع حیدر آباد، دکن۔

(۲) الشیخ النیموی نے مذکورہ بالا روایت آثار السنن ص۵۶، ج۲ میں درج کی ہے اور روایت کے متعلق لکھا ہے کہ "اسنادہ صحیح۔"

اس مسئلہ میں بہت سے کبار تابعین کے اقوال اور معمولات پائے جاتے ہیں لیکن یہاں اختصار کی بنا پر چند ایک روایات پر اکتفا کیا ہے۔

تنبیہہ

سطور بالا میں چند ایک اکابر تابعین کے اقوال اور معمولات ذکر کیے ہیں۔ یہ وہ دور ہے جس کے متعلق ارشادات نبوی ﷺ میں خیرالقرون ہونے کی بشارت پائی جاتی ہے۔ (خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم) پس تابعین کے اس خیر دور میں بیس رکعات تراویح کا ادا کیا جانا عند الشرع صحیح ہے، خلاف سنت اور بدعت ہرگز نہیں۔ اور یہ طریقہ خیر ہی ہے جو خیرالقرون میں پایا گیا ہے۔

اکابر علمائے امت کے بیانات

اب اس کے بعد تراویح کے متعلق کبار محدثین اور مشاہیر علماء کے چند ایک بیانات ہم مختصراً پیش کرتے ہیں--- ان میں بیس رکعات تراویح کا مسئلہ بڑی صراحت کے ساتھ سامنے آئے گا اور اکابرین امت کے نزدیک اس کی اہمیت واضح ہوگی۔

○ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ (نعمان بن ثابت ابوحنیفہ المتوفی ۱۵۰ھ) سے ان کے شاگرد کبیر امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بار مسئلہ تراویح میں حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقہ کار کے متعلق دریافت کیا تو امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ

تراویح کی نماز "سنت موکدہ" ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی جانب سے تخریج و تجویز نہیں فرمایا اور آنموصوف رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں بدعتی نہیں تھے اور انہوں نے بغیر کسی اصل (یعنی ثبوت شرعی) اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس چیز کا امر نہیں فرمایا۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم نے اپنی تصنیف "البحرالرائق" میں یہ واقعہ کتاب "الاختیار" سے بہ عبارت ذیل نقل کیا ہے:

... وذکر فی "الاختیار" ان ابا یوسف رحمہ اللہ علیہ سال ابا حنیفہ رحمہ اللہ علیہ عنہا وما فعلہ عمر فقال التراویح سنہ موکدہ- ولم یتخرجہ عمر من تلقاء نفسہ- ولم یکن فیہ مبتدعا- ولم یامر بہ الا عن لدیہ وعہد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم-

(۱) البحرالرائق شرح کنز الدقائق لابن نجیم ص۶۶ جلد ثانی تحت بحث تراویح، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

(۲) ردالمحتار لابن عابدین الشامی (حاشیہ در مختار) ص۷۳۶، ج اول تحت بحث تراویح، طبع قدیم، مصر۔

(۳) کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ لعبد الرحمٰن الجزیری ص۳۴۱، جلد اول تحت کتاب الصلوۃ، باب صلوٰۃ التراویح حکمھا و کتھا، طبع بیروت، لبنان)

اور امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تالیف جامع ترمذی میں اس مسئلہ پر مندرجہ ذیل عبارت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے:

... واکثر اھل العلم علی ما روی عن علی و عمر	یعنی امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہلِ علم حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ (نماز

وغیرھما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعہ- وھو قول سفیان ثوری' وابن المبارک والشافعی ھکذا ادرکت ببلدنا بمکہ یصلون عشرین رکعہ-

(ترمذی شریف ص۹۹' جلد اول' باب ما جاء فی قیام شہر رمضان' طبع قدیم لکھنؤ)

تراویح) کی بیس رکعات ہیں- یہ چیز حضرت علی المرتضیٰ' حضرت عمر فاروق اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے اور جناب سفیان ثوری' ابن المبارک اور امام شافعی (رحمہم اللہ) نے یہی قول کیا ہے اور مزید برآں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں اہلِ اسلام کو بیس رکعات (تراویح) ادا کرتے ہوئے پایا ہے-

○ اور اسی طرح مسئلہ ہذا کو مشہور محدث امام بغوی رحمتہ اللہ علیہ (الحسین بن مسعود المتوفی ۵۱۶ھ) نے اپنی تالیف "شرح السنہ" میں مذکورہ بالا عبارت کے ساتھ بلفظہ درج کیا ہے:

واما اکثر اھل العلم فعلی عشرین رکعہ..: یصلون عشرین رکعہ-

(شرح السنہ للامام بغویؒ ص۱۲۳' ج۴' تحت بحث روایات تراویح' باب قیام شہر رمضان و فضلہ)

○ ائمہ احناف کے مشہور فقیہ شمس الائمہ السرخسی (ابوبکر محمد بن ابی سہل السرخسی المتوفی ۴۹۰ھ) نے اپنی تصنیف "المبسوط" میں مسئلہ ہذا کو مندرجہ ذیل الفاظ میں واضح کیا ہے:

... والمبتدعہ انکروا ادائھا بالجماعہ فی المسجد فاداء ھا بالجماعہ جعل شعار للسنہ کاداء الفرائض بالجماعہ شرع شعار الاسلام-

(کتاب المبسوط لشمس الائمہ السرخسی ص۱۴۵' ج۲' تحت کتاب التراویح الفصل

ثانی، طبع اول مصر)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ تراویح کو باجماعت مسجد میں ادا کرنے سے بدعتیوں نے انکار کیا تو تراویح کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت طریقے کے لیے شعار بنایا گیا۔ جیسا کہ فرائض کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا اسلام کا شعار قرار دیا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تراویح کو باجماعت مساجد میں ادا کرنا اکابرین امت کے نزدیک اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ ان کو شعائر دین میں شمار کیا ہے۔

نیز السرخسی نے اس مقام میں یہ چیز بھی ذکر کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح کے اجتماعی قیام کے مسئلہ میں منفرد نہیں تھے اور ان کا یہ انفرادی عمل نہیں تھا بلکہ اجلائے صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے ساتھ تھے۔ خصوصاً حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں راضی اور خوش تھے حتیٰ کہ آنموصوف نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کے حق میں دعائے خیر کے کلمات فرمائے اور اپنے عہدِ خلافت میں بیس تراویح کی جماعت کا حکم فرما کر اسے قائم کیا۔

وان عمر رضی اللہ تعالی عنها صلاها بالجماعه مع اجلاء الصحابه فرضی به علی رضی اللہ تعالی عنه حتی دعا له بالخیر بعد موته کما ورد وامر به في عهده۔

(المبسوط لشمس الائمہ السرخسی ص ۱۴۵ ج ۲ الفصل الثالث، من کتاب التراویح)

مندرجہ حوالہ سے واضح ہو گیا کہ بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس مسئلہ میں متعاون تھے اور فیصلہ شدہ امر یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی غلط کام اور خلاف شرع بات پر جمع نہیں ہوتے۔ فلہذا بیس رکعات میں تراویح ادا کرنے کا مسئلہ شرع کے موافق ہے اور سنت طریقہ کے مخالف و متعارض نہیں۔

○ اکابر حنفیہ کے مشہور فقیہ علامہ کاشانی (علاء الدین ابوبکر بن مسعود الحنفی متوفی ۵۸۷ھ) نے اپنی تصنیف "البدائع والصنائع" میں یہی مسئلہ بیان کیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے اصحاب کو جمع کیا اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان کا امام بنایا۔

...... فصلی بھم کل لیلہ عشرین رکعہ ولم ینکر علیہ احد فیکون اجماعا منھم علی ذالک۔

(البدائع والصنائع للکاشانی، ص۲۸۸، جلد اول، فصل فی مقدار التراویح)

یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان حضرات کو رمضان شریف میں ہر رات بیس رکعات نماز تراویح پڑھاتے تھے اور اس چیز پر کسی ایک صاحب نے بھی انکار نہیں کیا اور منکر نہیں جانا۔

پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے یہ امر اس مسئلہ پر اجماع ہے۔

مقصد یہ ہے کہ بیس رکعات تراویح پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے اجماع پایا گیا ہے جسے اجماع سکوتی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور "اجماع" مستقل حجت شرعیہ ہے، فلہذا اس امر کو بدعت کہنا اور خلاف سنت قرار دینا صحیح نہیں۔

○ اور مشہور عالم علامہ محمد بن احمد بن رشد القرطبی متوفی ۵۹۵ھ المعروف لابن رشد المالکی نے اپنی تالیف بدایہ المجتہد میں اس مسئلہ کو اس طرح واضح کیا ہے:

... واختلفوا فی المختار من عدد الرکعات التی یقوم بھا الناس فی رمضان فاختار مالک ؒ فی احد قولیہ و ابوحنیفہ والشافعی واحمد وداود (رحمھم اللہ تعالی) القیام بعشرین رکعہ سوی الوتر۔

یعنی رمضان شریف میں جو نماز (تراویح) ادا کی جاتی ہے اس کی عدد رکعات میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے ایک قول میں اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور محدث داؤد (رحمہم اللہ تعالیٰ) حضرات نے وتر کے بغیر بیس رکعات (تراویح) کو پسند کیا ہے اور اسے راجح قرار دیا ہے۔

(بدایہ المجتہد لابن رشد المالکی ص۲۱۰، جلد اوّل، الباب الخامس فی قیامِ رمضان)

مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام ائمہ کرام کے نزدیک تراویح کو بیس رکعات میں ادا کرنا فیصلہ شدہ امر ہے۔

○ اور حنبلی علماء میں علامہ ابنِ قدامہؒ (ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ، المتوفی ۶۲۰ھ) ایک مشہور عالمِ دین ہیں۔ انہوں نے اپنی مشہور تصنیف "المغنی" میں مسئلہ تراویح کی وضاحت کرتے ہوئے اکابر ائمہ کا مسلک ذکر کیا ہے۔

...... والمختار عند ابی عبداللہ رحمہ اللہ (الامام احمد رحمہ اللہ علیہ) فیہا عشرون رکعہ وبہذا قال الثوری وابوحنیفہ والشافعی...الخ

(المغنی لابن قدامہ ص۱۳۸-۱۳۹ الجزء الثانی بحث صلوٰۃ التراویح وعدد رکعاتہا)

یعنی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیس رکعات (نماز تراویح پسندیدہ قول ہے اور امام ثوری رحمتہ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ ان تمام ائمہ کے نزدیک بھی یہی پسندیدہ اور مختار قول ہے۔

مختصر یہ ہے کہ مذکورہ اکابرین امت کے نزدیک نماز تراویح بیس رکعات ہیں اور یہی امر ان کے ہاں مختار اور پسندیدہ ہے۔

○ مشہور محدث اور فقیہ علامہ بدر الدین العینی (المتوفی ۸۵۵ھ) شارح بخاری نے بخاری شریف کی شرح میں مسئلہ ہذا کی تشریح بالفاظ ذیل ذکر کی ہے:

... واما القائلون بہ (عشرین رکعہ) من التابعین فشتیر بن شکل، وابن ابی ملیکہ والحارث الہمدانی وعطاء بن ابی رباح وابو البختری وسعید بن ابی الحسن البصری اخوا

اس کا مفہوم یہ ہے کہ تابعین حضرات میں سے بیس رکعات نماز تراویح کا قول درج ذیل حضرات نے کیا ہے۔ شتیر بن شکل، ابنِ ابی ملیکہ، الحارث ہمدانی، عطاء بن رباح، ابوالبختری سعید بن ابی الحسن البصری، اخوالحسن، عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عمران العبدی اور ابنِ عبدالبر نے کہا

الحسن وعبدالرحمن بن ابی بکر وعمران العبدی- وقال ابن عبدالبر وھو قول جمھور العلماء وبه قال الکوفیون والشافعی واکثر فقھاء- وھو الصحیح ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابه-

ہے کہ جمہور علماء کا یہی قول ہے اور فقہائے کوفہ امام شافعیؒ اور اکثر فقہاء نے بیس رکعات نماز تراویح کا قول کیا ہے- اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بغیر اختلاف کے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہی صحیح قول منقول ہے یعنی صحابہ میں کوئی معتدبہ اختلاف اس مسئلہ میں نہیں پایا گیا-

(عمدۃ القاری شرح بخاری شریف للعینی ص ۱۲۸۷، ج ۱۱، باب فضل من قیامِ رمضان)

کیا تراویح آٹھ رکعات ہیں؟ ایک سوال پھر اس کا جواب

بعض لوگوں کی طرف سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی درج ذیل روایت اس مسئلہ پر پیش کی جاتی ہے کہ تراویح آٹھ رکعات ہیں، اس سے زیادہ ادا کرنا سنت کے برخلاف ہے-

...عن ابی سلمه بن عبدالرحمن انه سال عائشه کیف کانت صلوه رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان- فقالت ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشره رکعه- یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی اربعا فلا تسئل حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلاثا فقلت یارسول الله اتنام قبل ان توتر قال یا عائشه ان عینی تنامان ولا ینام قلبی-

(الموطا مالک بن انس رضی اللہ عنہ، ص ۱۰۲-۱۰۳، تحت صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فی الوتر، طبع نور محمدی، کراچی، مسلم شریف ص ۲۶۵ جلد اوّل، باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، طبع نور محمدی، دہلی، مسند اسحاق بن

راہویہ ص۵۵۵، روایت نمبر۵۸۷، جلد ثانی، طبع المدینہ المنورہ، صحیح حبان ص ۱۳۵ جلد خامس تحت حدیث نمبر۲۶۰۴)

یعنی ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا کہ جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رمضان میں نماز کیسی اور کس طرح ہوتی تھی؟ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ رمضان اور غیر رمضان میں آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھاتے تھے۔ آپ ﷺ چار رکعت ادا فرماتے، ان کے حُسن اور طول کے متعلق کچھ نہ پوچھئے، پھر آپ چار رکعات اور ادا فرماتے۔ ان کے بھی حُسن اور طول کے متعلق کچھ نہ پوچھئے، پھر اس کے بعد تین رکعات ادا فرماتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ وتر ادا کرنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! میری آنکھیں سوتی ہیں، میرا دل نہیں سوتا۔

یہ روایت متعدد محدثین نے ذکر کی ہے جیسا کہ ہم نے اس کے بعض حوالہ جات درج کر دیئے ہیں۔ روایت ہذا اپنے مقام میں صحیح اور درست ہے۔ اوپر ذکر کر دیا ہے کہ اس روایت کے پیش نظر بعض لوگ یہ اعتراض قائم کرتے ہیں کہ نماز تراویح کی آٹھ رکعات ادا کرنا سنت ہے اور اس سے زائد (بیس رکعات) ادا کرنا سنت کے برخلاف ہے اور سنت کے برخلاف عمل کرنا ناجائز ہے۔

فلہذا ہمیں صرف آٹھ رکعات سنت تراویح ادا کرنی چاہیے، اس سے زیادہ ادا نہیں کرنی چاہیے۔

الجواب

مذکورہ اعتراض کے جواب میں یہاں چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں، ان پر نظر انصاف کرنے سے مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

استنباط مسئلہ کے لیے محدثین کے نزدیک طریق کار یہ ہے کہ پیش نظر مسئلہ کے متعلق تمام روایات پر نظر کرتے ہیں اس کے بعد پھر مسئلہ کا استنباط کیا جاتا ہے۔

اس طریق کار کے موافق ہم پہلے یہاں کے مسئلہ کی دیگر روایات کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔

وہ اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شب کی نماز کے متعلق روایت پائی جاتی ہے۔

... عن عائشه قالت كان رسول الله ﷺ يصلى بالليل ثلاث عشره ركعه- ثم يصلى اذا سمع النداء الصبح بركعتين خفيفتين- (انتهى)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعات نماز ادا فرماتے تھے۔ جب صبح کی اذان ہوتی تو ہلکی سی دو رکعتیں پھر ادا فرماتے تھے۔

(موطاءِ امام مالک"، ص۱۰۳، تحت صلوٰۃ النبی ﷺ فی الوتر، طبع کراچی، مسلم شریف ص۳۵۴-۳۵۵، جلد اوّل، باب الصلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، طبع دہلی)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دیگر روایات میں اس طرح بھی مذکور ہے کہ

... عن مسروق قال سالت عائشه عن صلوه رسول الله صلى الله عليه وسلم بالليل فقالت سبع وتسع واحدى عشره ركعه سوى ركعتى الفجر- (رواه البخاری)

یعنی مسروق کہتے ہیں کہ میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب کی نماز کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ فجر کی دو رکعت کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سات، نو اور گیارہ رکعات ادا فرماتے تھے۔

(مشکوٰۃ شریف ص۱۰۶، الفصل الاول باب صلوٰۃ اللیل، طبع دہلی، صحیح ابن حبان،

ص۱۳۶-۷ ۹۱۳ جلد خامس، روایت نمبر ۹۶۲ فصل قیام اللیل)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مندرجہ بالا روایات سے ثابت ہوا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی شب کی نماز سات، نو، گیارہ اور کبھی تیرہ رکعات پر مشتمل ہوتی تھی۔

اسی طرح دیگر صحابہ کرام مثلاً ابن عباس، زید بن خالد الجہنی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی شب کی نماز تیرہ رکعات منقول ہے۔ اس سلسلہ میں مقامات ذیل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) مسلم شریف ص۲۶۰ جلد اوّل، باب صلوٰۃ النبی ﷺ و دعاء باللیل۔

(۲) مسلم شریف ص۲۶۲ جلد اوّل، باب صلوٰۃ النبی ﷺ و دعاء باللیل۔

(۳) مشکوٰۃ شریف ص۱۰۶ الفصل الاول باب صلوٰۃ اللیل، طبع نور محمدی، دہلی۔

فلہذا یہ روایات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گیارہ رکعات والی روایت کے بظاہر متعارض اور مخالف پائی جاتی ہیں۔

یعنی یہ روایات باعتبار عدد رکعات کے اور باعتبار ہیئت ادا کے دونوں باتوں میں حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خلاف ہیں۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی شب کی نماز صرف گیارہ رکعات نہیں ہوتی تھی بلکہ کبھی سات، کبھی نو، کبھی گیارہ اور کبھی تیرہ رکعات پر مشتمل ہوتی تھی جیسا کہ مندرجہ بالا روایات ظاہر کرتی ہیں۔

تو اس صورت حال کے پیش نظر رفع تعارض کے لیے پہلے ہم محدثین سے ان میں تطبیق پیش کریں گے، پھر اس کے بعد روایت ہذا کی دیگر اشیاء بیان کریں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

تطبیق بین الروایات

اس مقام کی روایات میں تطبیق کے لیے:

(۱) علماء کرام نے اس مسئلہ کی اس طرح توجیہہ درج کی ہے:

...... لعل الاختلاف بحسب اختلاف الاوقات والحالات او طول القراه وقصرها او صحۃ و مرض وقوه وفتره اولتنبیہ علی سعہ الامر فی ذالک۔

(جمع الوسائل ص۱۹۱، جلد ثانی، لعلی القاری'' ، باب ما جاء فی عبادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، طبع مصر)

یعنی روایات کا یہ اختلاف درج ذیل چیزوں پر محمول ہے:

(۱) اوقات میں اختلاف۔ (۲) حالات میں اختلاف۔ (۳) نماز میں قرأت کے چھوٹے اور لمبے ہونے کا اختلاف۔ (۴) صحت یا بیماری کی حالت کا فرق۔ (۵) طبیعت میں قوت اور سستی کا فرق۔ (۶) نیز اس مسئلہ میں امت پر آسانی اور سہولت کی رعایت کرنا۔

مختصر یہ ہے کہ ان روایات میں اختلاف کو محدثین مندرجہ بالا وجوہ پر محمول کرتے ہیں۔ فلہذا روایات میں رفع تعارض کی یہ صورت صحیح ہے اور ان روایات میں کوئی تخالف و تعارض نہیں رہتا۔

(۲) اور یہاں محدثین نے ایک یہ صورت بھی ذکر کی ہے جس سے رفع تعارض ہو جاتا ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گیارہ رکعات والی روایت بطور اکثر الاوقات کے ذکر کی گئی ہے یعنی بیشتر اوقات میں اس طرح نماز شب ہوتی تھی لیکن بالدوام بطور قاعدہ کلیہ کے یہ روایت مذکور نہیں ہے۔

چنانچہ اس طرح سے بھی روایات کا تخالف اور تدافع دُور ہو جاتا ہے۔

(۳) اور فن حدیث کے علماء کرام نے یہاں تطبیق و توفیق بین الروایات کے لیے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت مذکورہ کے ناقل ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن ہیں۔ ابو سلمہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد (قیام اللیل) کے متعلق دریافت کیا تھا کہ رمضان المبارک اور غیر رمضان میں یہ نماز یکساں تھی؟ یا کوئی فرق تھا؟؟ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نماز رمضان وغیرہ رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ عام طور پر نہیں ہوتی تھیں---الخ۔

معلوم ہونا چاہیے کہ راوی کا یہ سوال صلوٰۃ التراویح کی بہ نسبت نہیں تھا اور نہ ہی موصوفہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کچھ بحث کی ہے اور نہ ہی روایت ہذا کے سیاق و سباق میں تراویح کا تذکرہ تک ہے۔

مختصر یہ ہے کہ نہ سائل کے سوال میں نماز تراویح کے متعلق کچھ ذکر ہے اور نہ ہی جواب صدیقہ رضی اللہ عنہا میں--- بلکہ یہ گفتگو صلوٰۃ اللیل یعنی (تہجد) کے بابت ہوئی تھی۔

مذکورہ بالا تشریح کی تائید میں "فتاویٰ عزیزی" کی عبارت پیش کی جاتی ہے۔

جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فتاویٰ عزیزی جلد اوّل ص۱۱۸-۱۱۹ بیان تراویح میں اس کی روایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

...... دلیل بر ایں حمل آنست کہ راوی ایں حدیث ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن است در تتمہ ایں روایت میگوید کہ قالت عائشہ فقلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنام قبل ان توتر؟ قال یاعائشہ ان عینی تنامان ولا تنام قلبی- کذا رواہ البخاری والمسلم-

وظاہر است کہ نوم قبل از وتر در نماز تہجد مقصود می شود نہ در غیر آں۔

و روایات زیادت محمول بر نماز تراویح است کہ در عرف آں وقت، بہ قیام رمضان معبر بود۔

(فتاویٰ عزیزی ص۱۱۹ جلد اوّل، دربیان تراویح، طبع مجتبائی دہلی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے عرض کیا کہ کیا آپ ﷺ وتر ادا کرنے سے قبل سو جاتے ہیں؟ تو جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم نے فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! میری آنکھیں سوتی ہیں، لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ شارحین حدیث کہتے ہیں کہ ظاہر بات ہے کہ وتر ادا کرنے سے پہلے سو جانا تہجد کی نماز میں متصور ہو سکتا ہے لیکن اس کے ماسوا نمازوں میں متصور نہیں۔

اور اس عدد سے زیادہ نماز ادا کرنے کی روایات تراویح پر محمول ہیں جن کو اس وقت قیام رمضان سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کا تعلق نماز تہجد کے ساتھ ہے، نماز تراویح کے ساتھ اس کا کچھ ربط نہیں ہے۔

پھر جب روایت ہذا کا محمل تراویح نہیں ہے تو اس سے آٹھ رکعات تراویح کی خاطر استدلال قائم کرنا بالکل بے جا ہے اور صحیح نہیں ہے۔

یہ تو توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ والا معاملہ ہو گا۔

فائدہ

اس بحث کے آخر میں اس چیز کا بیان کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ نماز تراویح اور نماز تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں اور ان کے احکام و کوائف جُدا جُدا ہیں۔

○ نماز تہجد ابتداء اسلام میں فرض ہوئی تھی ایک سال کے بعد اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی اور اس کے تطوع و تنفل ہونے کا درجہ باقی رہا۔

(۱) سورۂ مزمل۔

(۲) مسلم شریف جلد اوّل، ص۲۵۶ باب صلوٰۃ اللیل و عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی اللیل، طبع نور محمد، دہلی۔

اور تراویح کی صورت اس طرح ہے کہ ہجرت کے بعد ۲ ہجری میں جب

رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جعل الله صیامه فریضه وقیامه تطوعا۔	یعنی اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کر دیئے اور اس مہینہ میں رات کو نوافل مقرر کیے۔ (جسے تراویح کہا جاتا ہے)

○ اور تہجد کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر شب میں ادا فرماتے تھے اور تراویح کو آپ نے اول شب میں دوسری بار نصف شب تک اور تیسری دفعہ آخر شب تک ادا فرمایا۔

○ نماز تہجد کو منفرداً پڑھتے تھے۔ کبھی کوئی صاحب ازراہ خود آکر ساتھ کھڑا ہو گیا تو مضائقہ نہیں تھا جیسا کہ ایک دفعہ ابن عباس رضی اللہ عنہ آکر ساتھ شامل ہو گئے۔

بخلاف تراویح کے کہ اس کو متعدد بار تداعی کے ساتھ باجماعت ادا فرمایا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ تہجد و تراویح دو الگ نمازیں ہیں اور ان کے احوال و کوائف مختلف ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ ان کوائف پر نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ روایت مذکورہ بالا تراویح کے متعلق نہیں، بلکہ نوافل و تہجد کے متعلق ہے۔ فلہذا اس روایت کے ساتھ معترض کا تراویح کے لیے استدلال قائم کرنا ہرگز صحیح نہیں۔

الزامیات

مسائل کی بحث و تمحیث میں الزامیات بھی جاری ہوتے ہیں۔ جن حلقوں کی جانب سے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت مذکورہ کے پیش نظر آٹھ رکعات تراویح پڑھنے پر زور دیا جاتا ہے اور بیس رکعت تراویح کے خلاف سنت ہونے پر شور و غل کیا جاتا ہے، ان دوستوں کے لیے بطور الزام کے ذیل چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ توجہ فرماویں اور اپنے مزعومات پر نظر ثانی فرماویں۔

○ یہ دوست تراویح مع وتر کے ابتدائی حصہ شب میں ہمیشہ ادا کرتے ہیں، یعنی نصف اول شب مقرر کرلیا ہے۔

حالانکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وتر کو کبھی اول شب میں کبھی اوسط شب میں گاہے آخر شب میں ادا فرماتے تھے اور عموماً آخر شب تک پڑھنا زیادہ پایا جاتا ہے۔

○ روایات معہودہ میں نماز چار چار رکعت ملا کر پڑھنا اور پھر وتر تین رکعت ادا کرنا آیا ہے۔

حالانکہ یہ احباب دو دو رکعت ملا کر پڑھتے ہیں، اور وتر ایک رکعت ادا کرتے ہیں اور وتر کی تین رکعت والی روایت کو ضعیف کہہ دیتے ہیں۔ گویا نصف روایت کو قابل عمل اور نصف روایت کو متروک العمل قرار دیتے ہیں۔ یہ عجیب طریقہ ہے--- ترجیح۔

○ نیز یہ حضرات نماز ہذا کو تمام ماہ رمضان میں ہمیشہ جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں، حالانکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تین یوم کے بعد یہ عمل ترک کر دیا۔

○ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سو جانے کے بعد اٹھ کر اس نماز کو ادا کرنا روایت ہذا سے ثابت ہوتا ہے۔

حالانکہ یہ احباب نیند کرنے سے قبل ہی پڑھ لیتے ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ اتنے قدر تغیرات اور تبدیلیوں کو خلاف سنت نہیں سمجھتے (جو خود ان کی طرف سے پائی جاتی ہیں) بلکہ صرف بیس عدد کو خلاف سنت قرار دینے میں تمام تر قوت صرف کرتے ہیں اور سنت کی مخالفت ثابت کرنے میں پوری سعی فرماتے ہیں۔

خلاصہ بحث

مختصر یہ ہے کہ گزشتہ صفحات میں خلفائے راشدین اور مشاہیر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ کار مسئلہ تراویح کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔

اور اس کے بعد اکابر تابعین کے فرمودات اور کبار علمائے امت کے بیانات بقدر کفایت اس مسئلہ میں درج کیے ہیں اور گیارہ رکعت والی روایت کا جواب اور محمل بھی ذکر کر دیا ہے۔

اور ان تمام مندرجات کی روشنی میں تراویح کا مسئلہ اس طرح منقح ہوتا ہے کہ

- نماز تراویح کے لیے بیس رکعات ادا کرنا فیصلہ شدہ امر مسنون ہے' بدعت نہیں۔
- صلوٰۃ تراویح سنت موکدہ ہے' آثار قویہ اور قرائن مضبوطہ سے ثابت شدہ ہے۔
- جماعت تراویح شعار سنت اور شعار دین ہے۔
- جماعت تراویح سنت متوارثہ ہے۔
- تراویح پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا "اجماع سکوتی" پایا گیا اور اجماع مستقل "حجت شرعیہ" ہے۔
- اکابرین امت کی اکثریت کا بیس رکعات تراویح کے تعامل پر اتفاق اور اجماع پایا گیا۔
- اس پر مستزاد یہ امر ہے کہ عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے لے کر آج پندرھویں صدی ہجری تک حرمین شریفین (مسجد الحرام اور مسجد نبوی) میں صلوٰۃ التراویح بیس رکعات کے ساتھ اہلِ اسلام ادا کرتے چلے آ رہے ہیں اور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ

لا تجتمع امتی علی الضلالہ۔ یعنی میری امت گمراہی پر نہیں جمع ہوگی۔

معلوم ہوا کہ جمہور اہلِ اسلام اس مسئلہ میں گمراہی پر جمع نہیں ہوئے اور سنت طریقہ کی مخالفت پر اجماع نہیں کیا بلکہ شرعی طریقہ پر ہی قائم ہیں۔

○ نیز بیس رکعات تراویح کے اس "اجتماعی عمل" کو بلاوجہ و بلاعذر شرعی کے ترک کر دینا جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واضح ارشادات (علیکم بالجماعہ... الخ وغیرہ) کے ساتھ متصادم ہے اور شعائرِ اسلام کو ترک کر دینے کے مترادف ہے۔